ذخیرہ کتب
محمد احمد ترازی
بھٹو
اور
قادیانی
مسئلہ
بھٹو اور قادیانی مسئلہ
سید محمد سلطان شاہ
ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

بھٹو اور قادیانی مسئلہ

سید محمد سلطان شاہ

جنگ پبلشرز

اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ
ہر عمر اور ہر ذوق کے قارئین کے لئے
خوبصورت اور معیاری مطبوعات

ناشر - میر شکیل الرحمن
اشاعتِ اوّل : اگست 1993ء
تعداد : 500
قیمت : 100 روپے
اہتمام و ادارت : مظفر محمد علی
پبلشر : جنگ پبلشرز
(جنگ انٹر پرائزز پرائیویٹ لیمیٹڈ کا ایک ذیلی ادارہ)
مطبع : جنگ پبلشرز پریس
13 - سر آغا خان روڈ - لاہور

انتساب

حضور ختمی المرتبت ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرنے والے
مشائخ عظام - علماء کرام سیاست دانوں طلبہ اور عوام کے نام

بھٹو اور قادیانی مسئلہ

فہرست

سخن ہائے گفتنی

ہمارے ہاں یہ روایت بن چکی ہے کہ اپنی پسندیدہ شخصیت کو فرشتہ اور ناپسندیدہ کو شیطان سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ کوئی شخص مکمل طور پر ملائکہ کی صفات کا حامل ہے اور نہ ہی کوئی مجسم شیطان ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس ہستیوں کے سوا کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں۔ غلطیاں انسانوں سے ہی سرزد ہوتی ہیں۔ فرشتے آلائش عصیاں سے منزہ و مبرا ہوتے ہیں۔ تاریخ پاکستان کی ورق گردانی سے ہمیں ایک ایسے شخص کا پتا چلتا ہے جس کی سحرانگیز شخصیت نے پاکستانی سیاست کا رخ موڑ دیا۔ دولت و ثروت کے انبوہ کثیر میں آنکھ کھولنے والے اس شخص نے سیاست کو امیروں کے محلات سے نکال کر غریبوں کے جھونپڑوں تک پہنچا دیا۔ ووٹر کو اس کے ووٹ کی اہمیت بتائی اور غریبوں کا استحصال کرنے والے سرمایہ داروں کو للکارا۔ بلاد اسلامیہ کے سربراہان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور ایشیا، یورپ اور افریقہ کے مسلم ممالک کے نمائندوں کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اس نے ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ملک میں ایٹمی توانائی پر تحقیق شروع کرائی اور پورے عالم اسلام کو بوقت ضرورت جوہری اسلحہ فراہم کرنے کا خواب دیکھا۔ اس نے ہی فرانس سے ایٹمی ری پراسسنگ پلانٹ کے حصول کا معاہدہ کیا۔ اس ولولہ انگیز شخصیت کا نام ذوالفقار علی بھٹو تھا جو دسمبر 1971ء سے 5 جولائی 1977ء تک پاکستان کا سربراہ حکومت رہا۔

جناب بھٹو مرحوم کے متعلق متضاد آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک گروہ انہیں دیدہ ور، فخر ایشیا

شہید جمہوریت' میرے من اور قائد عوام جیسے خطابات سے یاد کرتا ہے جبکہ دوسرا گروہ انہیں اسلامی اقدار کا قاتل' نظام مصطفیٰ (ﷺ) کا مخالف' فحاشی و عریانی کا پرچارک اور لادین سوشلسٹ گردانتا ہے۔ بعض علماء نے تو انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ بھٹو کے اس جہان سے کوچ کر جانے کے بعد بھی ان کے دلوں میں بھٹو شخصی زندہ ہے۔ جب بھٹو مرحوم کی بیٹی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے وزارت عظمیٰ سنبھالی اور اپنے والد کو شہید کہا تو ایک مفتی صاحب نے ان کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کردی اور ایک درباری مولوی نے 1990ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کو ووٹ دینے والوں کو جنت سے محرومی کا مژدہ سنایا۔ حالانکہ بھٹو صاحب کی زندگی میں ان کی خوشنودی کے حصول کے لئے اسی شخص نے بھٹو کو چھوڑنے والوں پر یہی فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ اسے فتویٰ فروشی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے؟ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے لیکن منفعت زر کے پیش نظر ایک ہی شخص یا اس کی جماعت کے متعلق متضاد فتوے جاری کرنے کو فتویٰ فروشی ہی کہا جائے گا۔

ہمارے علمائے کرام بھٹو مرحوم کے اس لئے مخالف ہیں کہ وہ سوشلسٹ تھے اور چونکہ سوشلزم کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں اس لئے انہیں بھٹو سے سخت نفرت تھی۔ سوشلزم کے مخالف یہی علماء دن رات جمہوریت کے راگ الاپتے ہیں اور اسے عین اسلام سمجھتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ بھٹو کے اسلامی سوشلزم کی طرح انہوں نے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح وضع کرلی ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان' جمعیت علمائے اسلام' جمعیت علمائے اہلحدیث' جماعت اسلامی اور پاکستان عوامی تحریک والے جمہوریت کے گیت کیوں گاتے ہیں؟ یاد رہے کہ سوشلزم اور جمہوریت دونوں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کو سوشلزم اور سیاسی نظام کو جمہوری قرار دینا درست نہیں۔ اگر ہمارے علمائے کرام اسلامی نظام خلافت کے بجائے جمہوریت کو برداشت کرسکتے ہیں تو پھر انہیں بھٹو مرحوم کے اسلامی سوشلزم پر بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ بھٹو بھی سوشلزم کو مساوات محمدی (ﷺ) کہتے تھے۔

بھٹو مرحوم کے مخالفین ان کی خامیاں گنواتے تھکتے نہیں۔ ملک کو دولخت کرنے کے علاوہ کونسا ایسا سیاہ کارنامہ ہے جو بھٹو کے کھاتے میں نہیں ڈالا گیا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی ایسی پٹی باندھ رکھی ہے جو انہیں بھٹو کی کوئی خوبی نظر نہیں آنے دیتی۔ اگر بھٹو نے علماء کی تضحیک کی تو اچھا نہیں کیا۔ اگر اس نے اسلام کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھایا تو اس نے ظلم کیا اور اگر انتخابات میں دھاندلی کرائی تو قابل مذمت فعل کا ارتکاب کیا۔ یہ باتیں کہاں تک درست ہیں اس سے مجھے غرض نہیں۔ میں ذاتی طور پر بھٹو مرحوم کے کارناموں کا معترف ہوں۔ 1973ء کے متفقہ آئین کی تشکیل' پاکستان کو ایٹمی توانائی کے حصول کی راہ پر گامزن کرنا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا۔ ان تینوں کارناموں کے باعث بھٹو مرحوم کو پاکستان کی تاریخ میں منفرد مقام حاصل رہے گا۔

انیسویں صدی کے آخری عشرے میں ہندوستان کے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کے اشارے پر مسیلمہ کذاب کی تقلید میں نبوت کا دعویٰ کردیا۔ تقسیم ہند سے قبل مرزا اور ان کے پیروکاروں نے برطانوی حکومت سے ان گنت مراعات حاصل کیں اور انگریزوں کے چلے جانے کے بعد مرزا کے پیروکار مسلمانوں کی صفوں میں اس طرح گھس گئے کہ ان کی پہچان مشکل ہو گئی اور انہوں نے مار آستین بن کر امت مسلمہ کو ڈسا۔ شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبال نے انگریزوں سے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ قرار دیا جائے۔ قیام پاکستان کے صرف ایک برس بعد جب قائد اعظم کا وصال پرملال ہوا تو قادیانی وزیر خارجہ سر ظفراللہ نے جنازہ تک نہ پڑھا۔ آہستہ آہستہ قادیانی پاکستان میں تمام کلیدی عہدوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور انہوں نے ملک وملت کو شدید نقصان پہنچایا۔ 1953ء میں پاکستان کے غیور عوام نے ان کے خلاف تحریک چلائی اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا مگر اس تحریک کو طاقت کے ذریعے کچل دیا گیا۔ ان گنت مسلمان حکومت کے معتوب ٹھہرے۔ تین علماء کو سزائے موت سنائی گئی۔ پولیس اور فوج نے کئی بچوں کو یتیم کیا اور نہ جانے کتنی عورتوں کے سہاگ لٹے مگر کوئی حکومت قادیانیوں کے خلاف فیصلہ کرنے کی ہمت نہ کرسکی۔ آخر کار 1974ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا اور مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کردیا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو تختہ دار تک کیوں پہنچے۔ ان کو سزائے موت دینے کے لئے کس کس نے اہم کردار ادا کیا؟ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کئی اسرار سے پردہ اٹھے گا۔ بقول کوثر نیازی

راز دنیا پہ کھلا ہے یہ ترے قتل کے بعد
لوگ مر کے بھی رہا کرتے ہیں زندہ کیسے؟
کون کتنا ہے ترے قتل کی سازش میں شریک
اک نہ اک روز نقاب اٹھے گا ہر چہرے سے

بھٹو مرحوم قادیانی سازش کی بھینٹ چڑھ گئے۔ یار لوگ تماشا دیکھتے رہے اور قادیانی خاموشی سے اپنے دشمن کو تختہ دار تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئے۔ جس نے ہمیشہ کے لئے پاکستان کو ان کی سازشوں سے محفوظ کردیا تھا۔ بھٹو کو امریکہ کے پہلے دورے پر ہی امریکی صدر نے قادیانیوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کرنے کی ہدایت کی تھی مگر اس شخص نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

میں نے اس کتاب میں ایک غیر جانبدار مؤرخ کی حیثیت سے قادیانی مسئلہ کے حل میں بھٹو کے کردار کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہیں کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بھٹو اور

اپوزیشن دونوں کے کردار کو کھلم کھلا پیش کر دیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ آیا بھٹو کو اس کا کریڈٹ ملنا چاہیے یا نہیں اور ان کو نواب کے قتل کی سزا ملی یا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھٹو مرحوم کو اس نیک کام کا صلہ ضرور دیں گے۔ میں اپنے محسن اور پیارے دوست خان آفتاب احمد خان صدر پی پی پی ڈھولن وال لاہور کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس موضوع پر کافی مواد فراہم کیا۔ میں برادرم مظفر محمد علی صاحب کا بھی احسان مند ہوں کہ ان کی کوششوں سے یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

سیّد محمد سلطان شاہ

باب اول

قادیانیت کا بانی ...... مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار احمدی یا قادیانی کہلاتے ہیں اور ان کے مسلک کا عرف احمدیت مرزائیت یا قادیانیت ہے۔ مرزا صاحب کی اُمّت انھیں نبی اور رسول مانتی ہے۔ ان کے پیروکاروں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ قادیانی اور دوسرا لاہوری کہلاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر سوانحی خاکہ ملاحظہ ہو۔

نسب اور خاندان

مرزا قادیانی کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس کا پتا لگانا نہایت دشوار ہے۔ وہ خود کتاب البریہ میں لکھتے ہیں "ہماری قوم مغل برلاس ہے۔" (1) اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔ "میرے اسلامات کی رُو سے ہمارے آبا و اولین فارسی تھے۔" (2) یہ کتاب 1898ء کی تصنیف ہے لیکن اس کے صرف چند برس بعد 1901ء میں اس نسبی تعلق سے دستبردار ہو کر اعلان کرتے ہیں "میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی۔" (3) اس کے ایک سال بعد مرزا صاحب نے ایک پلٹا اور کھایا اور "تحفہ گولڑویہ" میں یہ تحقیق پیش فرمائی کہ "میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب آئے تھے۔" (4) اس طرح آنجہانی مرزا صاحب بیک وقت مغل، یہودی، سید اور چینی تھے۔ یا عجب!

مرزا کا خاندان سکھوں کے عہد اقتدار میں ان کی فوج میں ملازم تھا۔ ان کے دادا عطاء محمد اور عطاء محمد کے والد گل محمد سکھوں کی طرف سے لڑتے رہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے عطاء محمد کی رحلت کے بعد اس کے بیٹے غلام مرتضیٰ کو جاگیر عطا کی۔ غلام مرتضیٰ مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گیا اور کشمیر کی سرحدوں کے علاوہ بعض دوسرے مقامات میں مسلمانوں کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ (4) یہی غلام مرتضیٰ پنجاب کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کا والد تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ عمر بھر انگریزوں کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ ان کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے صاحبزادے میاں بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں کہ ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ بے نمازی تھے یہاں تک کہ 75 سال کی عمر میں پہنچ کر بھی نماز نہیں پڑھی۔ (5) انگریزوں نے نبوت کا دعویٰ کرانے کے لئے بالکل صحیح خاندان کا انتخاب کیا تھا۔

نام اور تاریخ پیدائش

مرزا صاحب سکھ حکومت کے آخری عہد 1839ء یا 1840ء میں ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ خود ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ 1857ء کے ہنگامہ کے وقت وہ سولہ سترہ برس کے تھے۔ (6) مرزا صاحب کا پہلا نام "رسوندی" تھا۔ (7) بعد میں وہ "غلام احمد" بن گئے۔

مرزا صاحب کا بچپن

کسی مصلح یا عبقری شخص کی سوانح عمری کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مستقبل کے ہیرو شروع ہی سے منفرد فکر و عمل کے حامل ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام تو بچپن سے اپنے کلام اور اچھے کاموں کے ذریعے عوام کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت اور اپنی والدہ ماجدہ کی پاک دامنی کا اعلان فرمایا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت سے قبل ہی آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عظیم بیٹے کے نبی اور رسول ہونے کے متعلق خواب دیکھے۔ پھر آپ کی ولادت ہوئی تو ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات نظر آنے لگے۔ بت منہ کے بل گر پڑے۔ پھر ولادت سے لے کر نزول وحی تک آپ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ آپ میں اس دور کے لوگوں کی کوئی بری عادت نہیں تھی لیکن مرزا قادیانی

کے ایام طفولیت دیگر بازاری بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ سیرت المہدی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مرزا کے ہم عمر لڑکوں نے ان سے کہا کہ گھر سے شکر لاؤ۔ گھر گئے تو وہاں پسا ہوا نمک رکھا تھا اسے شکر سمجھ کر چپکے سے جیب میں بھر لیا اور لڑکوں کے سامنے پہنچ کر پھانکنا شروع کر دیا۔ (8) مرزا کو بچپن میں چڑیاں پکڑنے کی بھی عادت تھی۔ (10)

حصولِ علم

مرزا صاحب اپنی تعلیم کے متعلق لکھتے ہیں۔

بچپن میں میری تعلیم اس طرح ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا، جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں مجھے پڑھائیں ـــــــــــ اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس سال کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ ـــــــــــ میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اس کے بعد جب میں سترہ یا اٹھارہ سال ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ مولوی صاحب سے میں نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا۔" (11)

مرزا صاحب کے پہلے استاد فضل الٰہی قادیان کے حنفی، دوسرے فضل احمد فیروز والہ کے اہل حدیث اور تیسرے گل علی شاہ بٹالہ کے شیعہ تھے۔ (12) مرزا صاحب کو جب یہ خیال آیا کہ انبیاء علیہم السلام کسی انسان سے تعلیم حاصل نہیں کرتے تو انہوں نے اپنے آپ کو "امی" ثابت کرنے کے لئے یوں دروغ گوئی کی۔

" آنے والے کا نام مہدی رکھا گیا سو اس میں اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا اور قرآن و حدیث میں کسی کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن و حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔" (13)

مرزا صاحب کا ارشاد بجائے کسی کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی ہر بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے ان کی اپنی تحریریں ہی کافی ہیں لیکن مرزا صاحب کی تعلیم ادھوری تھی۔ ان کے والد اپنے بیٹے کو بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔" (14)

ملازمت

مرزا صاحب نے سیالکوٹ شہر کے ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کرلی۔ وہ 1864ء سے 1868ء تک چار سال اس ملازمت میں رہے۔ (15) اس زمانہ میں انہوں نے مختاری کا امتحان دیا مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ (16) 1868ء میں وہ اس ملازمت سے مستعفی ہوگئے۔

مرزا صاحب نے ملازمت کے دوران دل کھول کر رشوتیں لیں۔ چنانچہ مرزا احمد علی شیعی اپنی کتاب دلیل العرفان میں لکھتے ہیں کہ منشی غلام احمد امرتسری نے اپنے رسالہ "نکاح آسمانی کے رازہائے پنہانی" میں لکھا تھا کہ مرزا نے زمانۂ محرری میں خوب رشوتیں لیں۔ یہ رسالہ مرزا کی وفات سے آٹھ سال پہلے 1900ء میں شائع ہوگیا تھا مگر مرزا نے اس کی تردید نہیں کی۔ (17)

اخلاق واوصاف

مرزا صاحب بچپن ہی سے بہت سادہ لوح تھے۔ دنیا کی چیزوں سے ناواقفیت اور استغراق کیفیت شروع ہی سے ان میں نمایاں تھی۔ ان کو گھڑی میں چابی دینا نہیں آتا تھا۔ جب وقت دیکھنا ہوتا تھا تو گھڑی نکال کر ایک کے ہندسہ یعنی عدد سے گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے اور انگلی رکھ رکھ کر ہندسے گنتے تھے اور منہ سے بھی گنتے جاتے تھے۔ گھڑی دیکھتے ہی وقت نہ پہچان سکتے تھے۔ (18) فرط استغراق میں دائیں بائیں جوتے کا امتیاز مشکل ہوجاتا تھا۔ مرزا بشیر احمد "سیرۃ المہدی" میں رقم طراز ہیں۔

"ایک دفعہ کوئی شخص آپ کے لئے گرگابی لے آیا۔ آپ نے پہن لی۔ مگر اس کے الٹے سیدھے پاؤں کا آپ کو پتہ نہیں لگتا تھا۔ کئی دفعہ الٹی پہن لیتے تھے اور پھر تکلیف ہوتی تھی۔ بعض دفعہ آپ کا الٹا پاؤں پڑ جاتا تو تنگ ہو کر فرماتے ان کی کوئی چیز بھی اچھی نہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا میں نے آپ کی سہولت کے واسطے الٹے سیدھے پاؤں کی شناخت کے لئے نشان لگا دیے تھے مگر باوجود اس کے آپ الٹا سیدھا پہن لیتے تھے۔ اس لئے آپ نے اسے اتار دیا۔" (19) ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ پہچان اپنے الٹے سیدھے جوتے کی قمیص اور دھوتی سے ثبوت کا۔ پھر اور نیچے بار بار پیشاب آنے کی وجہ سے اکثر جیب میں ڈھیلے رکھتے تھے اور شیرینی وغیرہ سے غیر معمولی رغبت کی وجہ سے گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ (20)

افیون اور شراب کا استعمال

مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے۔ چنانچہ انہوں نے

ایک دوا "تریاق الٰہی" کے نام سے تیار کی تھی۔ جس کا بڑا جزو افیون تھا۔ اس دوا کو افیون کے مزید اضافہ کے ساتھ خلیفہ اول کو چھ ماہ سے زائد مدت تک کھلاتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً استعمال کرتے رہے۔ (21)
مرزا صاحب پلومر کی دکان سے شراب منگوا کر نوش کیا کرتے تھے۔ اپنے چہیتے مرید حکیم محمد حسین کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خریدیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیے۔ اس کا لحاظ رہے۔" (22) یہ ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب تھی جو ولایت سے بند بوتلوں میں آتی تھی۔

نکاح اور اولاد

مرزا صاحب نے 1852ء یا 1853ء میں پہلا نکاح اپنے خاندان میں کیا۔ اس بیوی سے دو صاحبزادے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد پیدا ہوئے۔ اس زوجہ کو انہوں نے 1891ء میں طلاق دے دی۔ مرزا سلطان احمد مرزا فضل احمد اور ان کی والدہ نے مرزا صاحب کا من گھڑت مذہب قبول نہیں کیا۔ مرزا سلطان احمد کا لکھا ہوا میلاد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے متعلق مضمون راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ مرزا صاحب کی دوسری شادی 1884ء میں نواب ناصر کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس زوجہ سے ان کے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا بشیر احمد مصنف سیرۃ المہدی اور مرزا شریف احمد۔ (23) دوسری بیوی کی ساری اولاد اپنے باپ کے باطل مشن کی ترویج کے لئے سرگرم عمل رہی۔ مرزا کے مرنے کے بعد حکیم نور الدین بھیروی پہلے خلیفہ بنے اور ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ بنے۔

وفات

مرزا غلام احمد قادیانی نے 26 مئی 1908ء بروز منگل دن چڑھے اس دنیا سے کوچ کیا۔ ان کی نعش لاہور سے قادیان لے جائی گئی۔ 27 مئی 1908ء کو ان کی تدفین عمل میں آئی۔ (24)

(1) مرزا غلام احمد قادیانی۔ کتاب البریہ۔ ص135۔ مطبوعہ قادیان 1898ء
(2) ایضاً۔ ص135۔
(3) مرزا قادیانی۔ رسالہ الک علیم کا ۔۔۔ ص16۔
(4) مرزا قادیانی۔ تحفہ گولڑویہ۔ ص40۔
(5) شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص212۔ مطبوعات چٹان لاہور
(6) ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند۔ ختم نبوت نمبر۔ ص3 (جون۔ اگست 1987ء)
(7) ابوالحسن علی ندوی' سید۔ قادیانیت۔ ص23۔ مجلس نشریات اسلام کراچی۔
(8) مرزا قادیانی۔ مجتبیٰ براہین احمدیہ۔ ص137۔
(9) مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی۔ جلد اول۔ ص226۔
(10) ایضاً۔ ص232۔
(11) مرزا قادیانی۔ کتاب البریہ۔ ص148' 150۔
(12) ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند (بھارت) ختم نبوت نمبر۔ ص5۔
(13) مرزا قادیانی۔ تریاق القلوب۔ ص147۔
(14) مرزا قادیانی۔ کتاب البریہ۔ ص150۔
(15) مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی۔ 1۔ 44۔
(16) ایضاً۔ ص156۔
(17) "دارالعلوم" (ماہنامہ) دیوبند۔ ختم نبوت نمبر۔ ص6
(18) مرزا بشیر احمد۔ سیرۃ المہدی 1۔ 180
(19) ایضاً 1۔ 67
(20) مرزا قادیانی۔ براہین احمدیہ۔ جلد اول۔ ص67۔
(21) اخبار "الفضل" قادیان 19 جولائی 1939ء
(22) ملفوظ امام زمان غلام۔ ص5۔
(23) سید ابوالحسن علی ندوی۔ قادیانیت۔ ص28۔ مجلس نشریات اسلام کراچی۔
(24) ایضاً۔ ص29' 30۔

باب دوم

مرزا غلام احمد کے درجہ بدرجہ دعوے

شروع شروع میں مرزا صاحب نے ایک مناظر اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ انھوں نے تقابل ادیان کا خوب مطالعہ کیا۔ انھوں نے خاص طور پر مسیحیت' سناتن دھرم اور آریہ سماج کی کتب پر دسترس حاصل کر لی۔ اس دور میں مناظروں کا بہت رواج تھا۔ عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور دین اسلام کی تردید کرتے۔ چونکہ برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی اس لئے مسیحیت کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ دوسری طرف آریہ سماج کے مبلغ بھی جوش و خروش سے اسلام کے خلاف سرگرم تھے۔ جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہندوستانی عوام پر حکومت کرنے کے لئے جو پالیسی وضع کی اس کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو (Divide and Rule) اسی لئے انگریزوں نے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے مابین ہونے والے مناظروں کی حوصلہ افزائی کی۔ ایسے ماحول میں مرزا صاحب نے دوسرے مذاہب کی تردید کے لئے ایک کتاب پچاس جلدوں میں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کے لئے "براہین احمدیہ" کا نام تجویز کیا۔

براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان

مرزا صاحب نے 1879ء میں براہین احمدیہ لکھنا شروع کی۔(1) اس سلسلہ میں انھوں نے

مولوی چراغ سے بھی مدد لی اور ان کی تحقیقات کو بھی کتاب میں بغیر کسی حوالے کے شامل کر لیا۔ اس کا ذکر ڈاکٹر عبدالحق نے اپنی کتاب "چند ہم عصر" میں کیا ہے۔ (6) علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے بھی اس کا تذکرہ اپنے ایک مضمون میں کیا ہے۔ (7) اسی دوران مرزا صاحب نے ایک اشتہار جاری کیا جو "تبلیغ رسالت" کے حوالے سے یہاں نقل کرتا ہوں۔

اشتہار بغرض استعانت و استظہار از انصارِ دین محمد مختار
صلی اللہ علیہ و آلہ الابرار

اخوان و دیندار و مومنین غیرت شعار حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام ﷺ پر روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن و صداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام کچھ بن نہ پڑے اور اس کے جواب میں کسی کو قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک اشتہار دیا جائے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے وہ مع ذلک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا اس کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہو) حق ہونا یا اپنے دین کا بہتر ہونا ثابت کر دکھائے اور اس کے کلام یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فریقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں تو میں اپنی جائیداد دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبض و تصرف میں ہے) دستبردار ہو جاؤں گا اور سب کچھ اس کے حوالے کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے اپنا اطمینان کر لے مجھ سے تمسک لکھوا لے یا رجسٹری کرا لے اور میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کو آ کر بچشم خود دیکھ لے۔

باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور اس کے اتباع ہیں جو اپنی امت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے دین کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت، انجیل، زبور، فرقان مجید کو محض افتراء سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار "سفیر ہند" میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے اور صداقت قرآن اور نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نو حصے اور زیادہ کر دیئے جس کے سبب سے تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزو ہو گئی، ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار چھپے تو چورانوے روپے صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نو سو چالیس روپے سے کم میں نہیں چھپ سکتے۔ از آنجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے۔ اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام سے بھی مخفی نہیں۔ لہٰذا اخوان مومنین سے

درخواست ہے کہ اس کارِ خیر میں شریک ہوں اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گا ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا یا یوں کریں کہ ہر ایک اہلِ وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ مع اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں۔ جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔

غرض انصار اللہ بن کر اس نہایت ضروری کام کو جلد تر سرانجام پہنچا دیں اور نام اس کتاب کا "البراہین الاحمدیہ علی الحقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ" خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعے سے اپنے سیدھے راہ پر چلا دے۔

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب (8) آخر کار یہ کتاب جس کا سینکڑوں لوگوں کو انتظار و اشتیاق تھا چار حصوں میں چھپ گئی جس کے پانچ سو ساٹھ صفحات تھے (9)

مامور من اللہ

"براہین احمدیہ" کی اشاعت کے ساتھ ایک اعلان بڑی تعداد میں اردو اور انگریزی میں شائع کر کے مرزا صاحب نے سلاطین و وزراء، پادری صاحبان اور پنڈتوں کے پاس بھیجا جس میں انہوں نے پہلی مرتبہ اس کا اظہار کیا کہ وہ اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں اور وہ تمام اہلِ مذہب کو مطمئن کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اشتہار کا متن ملاحظہ ہو۔

"یہ عاجز (مولف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جل شانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے۔ جس کی 37 جزو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہٰذا میں درج ہے لیکن چونکہ ساری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اسی لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل یہ خط مع اشتہار انگریزی شائع کیا جائے اور اس کی ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور و معزز ہیں برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات کے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں ارسال کی جاوے۔" (10)

مرزا صاحب نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ 1880ء میں کیا۔ اس میں مرزا صاحب نے

دعویٰ کیا کہ الہام کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور نہ اسے منقطع ہونا چاہئے کیونکہ الہام دعوے کی صحت اور مذہب و عقیدے کی صداقت کی سب سے زیادہ طاقتور دلیل ہے۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا اتباع کامل کرے گا اس کو علم ظاہر اور علم باطن سے سرفراز کیا جائے گا۔ جو انبیاء علیہم السلام کو اصالتاً عطا ہوا تھا اور اس کو علم یقینی اور علم قطعی حاصل ہو گا۔ اس کا علم انبیاء کے علم سے مشابہ ہو گا۔ (7) دور اندیش علمائے کرام اور مشائخ عظام نے اس سے اندازہ لگایا کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں "مولانا عبدالمنان مرحوم محدث وزیر آبادی سے میں نے خود سنا کہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کسی دن یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔" (8)

مرزا صاحب کی اس کتاب سے جہاں دور اندیش علماء کے اذہان میں شکوک پیدا ہوئے وہاں انہیں بہت شہرت ملی۔ مرزا صاحب کے فرزند ارجمند مرزا بشیر احمد رقمطراز ہیں۔

"براہین کی تصنیف سے پہلے حضرت مسیح موعود ایک گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور گوشہ نشینی میں درویشانہ حالت تھی۔ گو براہین سے قبل بعض اخباروں میں مضامین شائع کرنے کا سلسلہ آپ نے شروع فرما دیا تھا۔ دراصل مستقل طور پر براہین احمدیہ کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا [illegible] ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات کے رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اٹھنی شروع ہوئیں جس نے اس تحدی اور اتنے بڑے انعام کے وعدے کے ساتھ اسلام کی حقانیت کے متعلق ایک عظیم الشان کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔ اب گویا آفتاب مجددیت ہوا اور اب اس سے قبل طلوع ہو چکا افق سے بلند ہونے لگا۔ اس کے بعد براہین احمدیہ کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموج پیدا کر دیا۔" (9)

اس بارے میں مرزا محمود رقمطراز ہیں۔

"اس قصبہ (قادیان) کے تمام لوگ اور دوسرے بڑا بالوگ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں درحقیقت میں اس مردہ کی طرح تھا جو قبر میں صدہا سال سے مدفون ہو اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ کس کی قبر ہے۔" (10)

غرض اس سے قبل تو کوئی نہیں جانتا تھا اب اس کے نام سے ہندوستان کے لوگ واقف ہو گئے۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ 1880ء سے قبل مرزا صاحب اور انگریزوں میں معاہدہ ہو چکا تھا اور ان سے حواری پن کا دعویٰ کرانے کے معاملات طے ہو چکے تھے۔ مرزا صاحب نے نبوت تک پہنچنے کے لئے جو سیڑھی استعمال کی "مامور من اللہ" ہونا اس کا پہلا زینہ تھا۔

دعویٰ مجددیت

1884ء میں جب براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع ہو کر منصہ شہود پر آگئیں اور اہل علم

حضرات میں بھی مرزا صاحب کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں تو انہوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ خالد شبیر احمد کے مطابق حکیم محمد شریف کلانوری نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ مجدد ہونے کا اعلان کر دیں۔ "اس زمانے کے لئے مجدد کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی ہے اور آپ سے بڑھ کر اس منصب کا اہل اور کون ہو سکتا ہے۔" (11)

1889ء میں جب مرزا صاحب لدھیانہ گئے تو قیام لدھیانہ کے دوران ہی اپنے مجدد ہونے کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے یورپ، امریکہ اور افریقہ کے تمام حکمرانوں، ان کے وزراء اور عمال حکومت، دنیا کے مدبروں، مصنفوں، ہندوستان کے راجوں اور نوابوں کو اردو اور انگریزی میں شائع شدہ دعوت نامے ارسال کئے۔ جس میں اپنے مجدد ہونے کی اطلاع دے کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ بیس ہزار دعوت ناموں کی ترسیل کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بیعت لینی شروع کر دی جس میں وہ حکومت برطانیہ کی وفاداری کا عہد بھی لیتے تھے۔" (12)

مجددیت کا دعویٰ کرنے کے بعد جلد ہی انہوں نے اگلی سیڑھی پر قدم رکھا اور مثیل مسیح ہونے کا اعلان کر دیا۔

مثیلِ مسیح

مرزا صاحب نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جلد ہی اس سے آگے بڑھے اور 1891ء میں انہوں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا چنانچہ حکیم نورالدین کے ایک خط کے جواب میں 24 جنوری 1891ء کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ دراصل اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے لیکن ہم ابتلاء سے کس طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء ہی رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے "احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔" (13)

چنانچہ مرزا صاحب نے بہت جلد ترقی کی منازل طے کر لیں اور انہوں نے مثیل مسیح ہونے کا اعلان کر دیا۔ اپنے ایک اشتہار میں لکھتے ہیں۔

"اور مصنف کو اس بات کا علم بھی دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں۔" (14)

اس دور میں مرزا صاحب مسیح موعود بالکل نہ تھے صرف مثیل مسیح تھے خود ہی فرماتے ہیں۔ "مجھے

مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔ " [15]

ازالہ اوہام " میں مسیح موعود ہونے کی یوں تردید کرتے ہیں۔

" اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بہ تصریح درج کر دیا تھا ____ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدائے تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔ " [16]

اپنے ایک خط میں مولوی عبدالجبار کے نام لکھتے ہیں۔

" میں ہرگز انکار نہیں کر سکتا اور نہ کروں گا کہ شاید مسیح موعود کوئی اور بھی ہو اور شاید یہ پیش گوئیاں جو میرے حق میں روحانی طور پر ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں اور شاید سچ مچ دمشق میں کوئی مثیل مسیح نازل ہو۔ " [17]

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ مرزا صاحب نے اس سال 1891ء میں موعود ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا حالانکہ وہ بار بار اس کی نفی کر چکے تھے۔ " تحفہ گولڑویہ " میں رقمطراز ہیں " میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔ " [18] اشتہار " ایک غلطی کا ازالہ " میں فرماتے ہیں۔

" مجھے خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔ " [19]

" حقیقۃ الوحی " میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

" اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من

ارتضیٰ من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہے تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ " [20]

دعویٰ نبوت

لیکن مرزا صاحب مسیح موعود کا دعویٰ کر کے بھی مطمئن نہیں ہوئے اور آخر کار وہ اس منزل پر پہنچ گئے جس کے لئے انہوں نے کئی سال محنت کی اور گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے۔ پہلے مامور من اللہ پھر مجدد ' اس کے بعد مثیل مسیح ' پھر مسیح موعود بنے۔ دراصل یہ تو ارتقائی منازل تھیں جو مرزا صاحب نے جلد ہی طے کر لیں اور آخر کار 1900ء میں دعویٰ نبوت بھی کر دیا۔ مرزا صاحب نے بڑے ڈرامائی انداز میں یہ دعویٰ کیا۔ پہلے ایک مولوی سے یہ بات کہلوائی جو مرزا صاحب کے ہاتھوں اپنا ایمان فروخت کر چکے تھے پھر خود نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا بشیرالدین محمود لکھتے ہیں۔

" 1900ء کی بات ہے مولوی عبدالکریم صاحب نے جو جمعہ کے خطیب تھے ایک خطبہ جمعہ پڑھا۔ جس میں مرزا صاحب کے لئے نبی اور رسول کے لفظ استعمال کئے۔ اس خطبے کو سن کر مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے بہت پیچ و تاب کھائے۔ جب یہ بات مولوی عبدالکریم صاحب کو معلوم ہوئی تو پھر انہوں نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو حضور مجھے بتائیں۔ میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں۔ جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگے تو مولوی صاحب نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ کر درخواست کی کہ اگر میرے اس اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرمائیں۔ مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ یہ خطبہ سن کر مولوی محمد احسن صاحب غصے سے بھرے ہوئے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے۔ جب مولوی عبدالکریم صاحب واپس آئے تو مولوی محمد احسن صاحب ان سے لڑنے لگے اور آواز بہت بلند ہوگئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی۔ " یایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ " [21]

اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنی جھوٹی نبوت کی مختلف تاویلیں شروع کر دیں۔ پہلے انہوں نے ختم نبوت کی غلط تشریح کی۔ " چشمہ مسیحی " میں مرزا صاحب رقمطراز ہیں۔

" اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت ﷺ سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے نبی

کے نام کا عزاز دیا جائے تو اس سے مہر ٹوٹ نہیں جاتی کیونکہ وہ امتی ہے اور اس کا اپنا وجود کچھ نہیں اور اس کا اپنا کمال نبی متبوع کا کمال ہے اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا ہے بلکہ نبی بھی اور امتی بھی۔ مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے [21]"

ایک اور مقام پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

میں ظلی طور پر محمدؐ ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمدؐ کی نبوت محمدؐ تک محدود رہی یعنی بہرحال محمدؐ ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرتؐ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہوں پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا [22]

محمد منظور الہی "ملفوظات احمدیہ" میں مرزا صاحب کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ "خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے [23]"

نبوت کے مختلف دعوے

مرزا صاحب نے جس طرح مثیل اسلام سے مسیح موعود تک کئی دعوے کئے۔ اسی طرح انہوں نے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی کئی ایسے دعوے کئے جو ایک دوسرے کی خود ہی تردید کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی نبوت کی مختلف شکلیں ملاحظہ ہوں۔

(1)...... اُمتی نبی

شروع میں مرزا صاحب نے اُمتی رہتے ہوئے نبی بننے کی سعی لاحاصل کی حالانکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ہی وقت نبی بھی ہو اور امتی بھی لیکن مرزا صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ بے مثل نبی تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مامور من الشیطان اور مامور من طولنگ تھے۔ مراہب الرحمن میں لکھتے ہیں۔

"جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی امت سے ہے اور جو کچھ پایا اسی کے فیضان سے پایا وہ ملعون ہے اور خدا کی لعنت اس پر اور اس کے انصار پر اور اس کے

پیروؤں پر اور اس کے مددگاروں پر [24]"

"حقیقۃ الوحی" میں مرزا صاحب رقمطراز ہیں۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ [25]"

(2)...... غیر صاحب شریعت

پہلے مرزا صاحب امتی نبی تھے لیکن جلدی انہوں نے رخ بدلا لیکن ابھی تک وہ صاحب شریعت نہیں تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں میرا یقین ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے۔ میرا پیارا اور میرا وہ محبوب آقا سید الانبیاء ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے [26]"

"تجلیات الہیہ" میں مرزا صاحب رقم کرتے ہیں۔

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو نہیں سکتا جو پہلے سے امتی ہے۔ پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ [27]"

(3)...... صاحب شریعت نبی

مرزا صاحب اپنی شریعت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوئی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے [28]"

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

"یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر و نہی بیان کئے اور

اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا .... میری وحی میں امر بھی اور نہی بھی ..... اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے (30)"

(4) ...... ظلی و بروزی نبی

مرزا صاحب نے اپنی جھوٹی نبوت کے لئے ظلی و بروزی نبی کی خود ساختہ اصطلاح گھڑ لی۔

"براہین احمدیہ" میں لکھتے ہیں "صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے الگ ہو کر کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف خدا تعالیٰ کی وحی میں امتی قرار پاتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت 'باعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظل ہے' کوئی مستقل نبوت نہیں (31)" "ازالہ اوہام" میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

"ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے (32)" ایک اور مقام پر نبوت کی وضاحت کی گئی ہے۔

"جس طرح حقیقی اور مستقل نبوتیں نبوت کی اقسام ہیں اسی طرح ظلی اور بروزی نبوت بھی نبوت کی ایک قسم ہیں ..... اور جو حقیقی اور مستقل نبیوں کو حقوق حاصل ہیں وہی ظلی نبی کو بھی حاصل ہیں۔ کیونکہ نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں۔" (33) "کشتی نوح" میں اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"اب بعد اس (حضور نبی کریم ﷺ) کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی ہو ..... پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں (34)"

ایک دفعہ کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ بروز کسے کہتے ہیں انہوں نے کہا۔ "جیسے شیشہ میں انسان کی شکل آتی ہے' حالانکہ وہ شکل بذات خود الگ قائم ہوتی ہے اس کا نام بروز ہے (35)"

(5) ...... محمد (ﷺ) ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب نے صرف ظلی اور بروزی نبی ہونے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خود محمد عربی ﷺ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے' مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"میں ابھی احمدیت میں بطور بچہ ہی کے تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ "مسیح موعود محمد است وعین محمد است۔" (36) صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں "تو اس صورت میں کیا اس بات میں

کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ نے پھر محمد صلعم (؟) کو اتارا تاکہ اپنا وعدہ پورا کرے (37)"

اخبار "الفضل" قادیان کی 30 نومبر 1901ء کی اشاعت میں مرزا صاحب کا یہ ارشاد شائع ہوا کہ ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نیا نبی نہ پرانا بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے (38)"

قاضی محمد ظہور الدین اکمل قادیانی کے دو شعر ملاحظہ ہوں جو قادیانیوں کے بچوں کو بھی یاد ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں (39)

(6) ...... خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب "حقیقۃ الوحی" کے اختتامی صفحے پر رقمطراز ہیں۔

"اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں ..... اور دوسرے تمام لوگ اس کے مستحق نہیں۔" (40) ایک اور مقام پر اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ اس طرح کرتے ہیں۔

"امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں بھی نہیں آسکتے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے۔ جو مسیح موعود ہے اور اس کے سوا کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا اور نہ کسی اور کے آنے کی خبر آپ نے دی ہے بلکہ لانبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔" (41)

(7) ...... تمام انبیاء کا مجموعہ

مرزا صاحب "حقیقۃ الوحی" میں اپنے متعلق رقمطراز ہیں "میں آدمؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں' میں موسیٰؑ ہوں میں داؤدؑ ہوں میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں۔ میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر (42)"

مرزا بشیر الدین اپنے باپ کے متعلق ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا۔ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے سب سے بڑے ہوں (43)"

(8)...... دعویٰ الوہیت

پہلے تو مرزا صاحب نے اپنے آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کا بروز قرار دیا لیکن اس کے ساتھ وہ خود کو اللہ تعالیٰ کا بھی بروز قرار دینے لگے۔ چنانچہ 15 مارچ 1906ء کا خود ساختہ الہام یہ تھا۔

أنت مني بمنزلة بروزي یعنی تو مجھ سے میرے بروز کے درجے میں ہے۔[44]

اپنا ایک اور الہام ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں۔

"میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔[45]"

مرزا غلام احمد کے درجہ بدرجہ دعوے

(1) صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی۔ سیرۃ المہدی۔ جلد 2 ص 151

(2) ڈاکٹر عبدالحق۔ چند ہم عصر ص 53'55

(3) حرف اقبال۔ ص 131

(4) یہ اشتہار اپریل 1879ء میں جاری کیا گیا اور میر قاسم علی قادیانی کی کتاب تبلیغ رسالت جلد اول میں صفحہ 8 پر درج ہے۔

(5) سید ابوالحسن علی ندوی' مولانا۔ قادیانیت۔ ص 47

(6) مرزا غلام احمد صاحب کے مختصر حالات۔ مرتبہ معراج الدین عمر صاحب قادیانی شامل براہین احمدیہ حصہ اول۔ ص 82

(7) ابوالحسن علی ندوی۔ قادیانیت ص 53

(8) ثناء اللہ امرتسری' مولانا۔ تاریخ مرزا۔ ص 13۔ مطبوعہ امرتسر

(9) سیرۃ المہدی۔ حصہ اول۔ ص 103۔

(10) تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص 28

(11) خالد بشیر احمد محاسبہ قادیانیت ص 63 مطبوعہ فیصل آباد

(12) ایضاً ص 64

(13) ایضاً ص 68

(14) میر قاسم علی قادیانی۔ تبلیغ رسالت' جلد اول۔ ص 15 (مرزا صاحب کا اشتہار درج ہے۔)

(15) تبلیغ رسالت۔ جلد 2۔ ص 21

(16) مرزا غلام احمد قادیانی۔ ازالہ اوہام۔ ص 190

(17) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص 155

(18) مرزا غلام احمد قادیانی۔ تحفہ گولڑویہ۔ ص 195

(19) تبلیغ رسالت۔ جلد دہم۔ ص 18

(20) مرزا غلام احمد قادیانی۔ حقیقۃ الوحی۔ ص 390' 391۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔

(21) مرزا بشیر الدین محمود۔ حقیقت النبوۃ ص 124۔ اخبار الفضل قادیان 4 جنوری 1923ء

(22) چشمہ مسیحی۔ ص 41 بحوالہ قادیانی مذہب از پروفیسر برنی صاحب۔ ص164

(23) سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ قادیانی مسئلہ۔ ص107۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔

(24) محمد منظور الٰہی۔ ملفوظات احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ ص290

(25) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص165

(26) مرزا غلام احمد قادیانی۔ حقیقۃ الوحی۔ ص150۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

(27) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص166

(28) مرزا غلام احمد قادیانی۔ تجلیاتِ الٰہیہ۔ ص24

(29) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص225

(30) ابوالاعلیٰ مودودی۔ قادیانی مسئلہ۔ ص103۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔

(31) مرزا غلام احمد قادیانی۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ ص181۔ طبع اول قادیان

(32) مرزا غلام احمد قادیانی ازالۂ اوہام۔ جلد اول۔ ص138

(33) قادیانی مسئلہ۔ از مولانا مودودی۔ ص103

(34) مرزا غلام احمد قادیانی۔ کشتی نوح۔ ص24

(35) "البدر" قادیان۔ 4ر ستمبر 1903ء ملفوظات جلد ششم۔ ص122

(36) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص202

(37) ایضاً۔ ص200

(38) اخبار "الحکم" قادیان 30ر نومبر 1901ء

(39) اخبار "بدر" قادیان۔ 25ر اکتوبر 1906ء جلد 2 نمبر 43۔ ص4۔ اخبار پیغام صلح۔

(40) مرزا غلام احمد قادیانی۔ حقیقۃ الوحی۔ ص391

(41) قادیانی مسئلہ ص104'105

(42) تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص84'54

(43) قادیانیت از ابوالحسن علی ندوی۔ ص99

(44) ریویو آف ریلیجنز۔ جلد5۔ ماہ اپریل 1906ء۔ ص62

(45) مرزا غلام احمد قادیانی۔ کتاب البریہ۔ ص78۔ طبع دوم قادیان (1932ء آئینہ کمالاتِ اسلام۔ ص564۔ مطبوعہ ربوہ

باب سوم

مرزا ...... ایک جسمانی و نفسیاتی مریض

ماہرینِ طب کہتے ہیں کہ تندرست دماغ صرف تندرست جسم میں ہی ہوتا ہے۔ اگر جسم بیماری کا شکار ہو تو دماغ بھی صحیح کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ ہوا۔ وہ کئی بیماریوں کا شکار تھے ان کی اپنی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ انہیں بے شمار امراض لاحق تھے۔ اپنی طرف سے کچھ کہے بغیر ان کی کتب سے چند ایسی عبارات نقل کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ حقیقت الوحی میں رقمطراز ہیں۔

"مجھے دو بیماریاں مدت دراز سے تھیں۔ ایک شدید درد سر جس سے میں نہایت بیتاب ہو جاتا تھا اور ہولناک عوارض پیدا ہو جاتے تھے اور یہ مرض پچیس برس تک دامن گیر رہی (؟) اور اس کے ساتھ دوران سر بھی لاحق ہو گیا اور طبیبوں نے لکھا ہے کہ ان عوارض کا آخری نتیجہ مرگی ہوتی ہے دوسری مرض ذیابیطس۔ تخمیناً بیس برس سے ہے جو مجھے لاحق ہے، جیسا کہ اس نشان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے اور ابھی تک بیس دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے اور امتحان سے بول میں شکر پائی گئی۔"[1]

"نسیم دعوت" میں اپنی دونوں امراض کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

"مجھے دو مرض دامن گیر ہیں ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ درد سر اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا نبض کم ہو جانا اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصے میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریب تیس برس سے ہیں۔"[2]

ان دونوں امراض کے متعلق ایک حدیث نبوی (ﷺ) پیش کر کے ایسی تشریح کرتے ہیں کہ ان

کے بیمار دماغ کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں "دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔" (۳)

حالانکہ مرزا صاحب کو دو بیماریاں نہیں تھیں۔ وہ تو مجمع الامراض تھے۔ خود ہی لکھتے ہیں "میں ایک دائم المرض آدمی ہوں ...... ہمیشہ درد سر اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال ہیں۔" (۴)

قادیانی رسالہ "ریویو قادیان" نے بھی حضرت صاحب کی بیماریاں گنوائی ہیں۔

"حضرت صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنج دل، بد ہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔" (۵)

مرزا صاحب نے ایک حدیث پاک کی غلط تشریح کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلط تشریح کو بھی غلط ثابت کر دیا۔ آنجہانی امراض کا ذکر کر کے وغیرہ لکھنا اس کی غمازی کرتا ہے کہ ابھی کئی اور بیماریاں بھی انہیں لاحق تھیں۔ مرزا صاحب کو سل کے مرض کا بھی سامنا کرنا پڑا تھا۔ صاحبزادہ بشیر احمد اپنے باپ کی سوانح "سیرۃ المہدی" میں رقم طراز ہیں۔

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت صاحب کو سل ہو گئی حتی کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔" (۶)

مرزا صاحب نسیان کا بھی شکار تھے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میرا حافظہ بہت خراب ہے اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ یاد دہانی عمدہ طریقہ ہے۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔" (۷)

مرزا صاحب اپنے اور اپنی بیوی کے امراض کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

"عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہو گئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر و عصر کے نماز کے لئے بھی نہیں جا سکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بالکل بے کار ہو رہا ہے اور جسمانی قویٰ ایسے مضمحل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القویٰ ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المریض ہے۔ امراض رحم و جگر دامن گیر ہیں۔" (۸)

یہ تو مرزا صاحب کی جسمانی بیماریوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ اب ان کی دماغی امراض کا بھی حال

دیکھئے۔ مرزا کا صاحبزادہ بشیر احمد لکھتا ہے۔

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹیریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں مثلاً کام کرتے کرتے یک دم ضعف ہو جانا، چکروں کا آنا، ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا، گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا، ایسا معلوم ہوتا کہ ابھی دم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذالک۔" (۹)

ایک اور جگہ صاحبزادہ صاحب اپنے باپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیریا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔" (۱۰)

ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی ہسٹیریا کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔" (۱۱)

دراصل مرزا صاحب ایک نفسیاتی مریض تھے وہ جس مرض کا شکار تھے اسے آج کل شیزوفرینیا (Schizophrenia) کہتے ہیں۔ ایسا مریض اوہام اور وسوسوں کا شکار ہوتا ہے۔ مریض ایسی آوازیں سنتا ہے اور اشیاء دیکھتا ہے جن کی وہاں موجودگی کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ بعض ایسے مریض ان آوازوں کو غیبی آوازیں تصور کرتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرتے ہیں اور بعض کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ بنفس نفیس اللہ کا دیدار کرتے ہیں۔ انہیں ایسا لگتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں سے مخاطب ہیں۔ یہ تمام اس نفسیاتی مرض کی علامات ہیں جو سب کی سب مرزا صاحب میں موجود تھیں۔ انہیں جو الہام ہوتے تھے وہ فقط ان کے وساوس ہوتے تھے۔ ان پر وحی لانے والا ٹیچی ٹیچی بھی حقیقت میں کچھ نہ تھا۔ سارا کمال اشتقاق ذہنی کا تھا۔ اس مرض میں مبتلا شخص جب کچھ لکھتا ہے تو اسے گرامر کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ الفاظ آگے پیچھے لکھ دیتا ہے اور عجیب و غریب قسم کے نئے نئے الفاظ لکھتا ہے۔ مرزا صاحب کی کتب میں اس قسم کے نقائص موجود ہیں وہ تذکیر و تانیث کا بالکل خیال نہیں رکھتے تھے۔ مرض کو ہمیشہ مؤنث لکھتے تھے۔ کئی ایسے الفاظ گھڑتے تھے جو ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ یہ اسی مرض کی وجہ سے تھا۔

مرزا ...... ایک جسمانی و نفسیاتی مریض

① مرزا غلام احمد قادیانی۔ حقیقت الوحی۔ ص 363' 364۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
② مرزا غلام احمد قادیانی۔ نسیم دعوت۔ ص 68 مطبوعہ قادیان
③ اخبار بدر قادیان جلد 2۔ نمبر 23 مورخہ 7 رجون 1906ء قادیانی مذہب ص 108
④ محمد الیاس برنی "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص 111۔ مکتبہ کمپنی لاہور۔
⑤ رسالہ "ریویو قادیان" شمارہ مئی 1937ء
⑥ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی۔ سیرۃ المہدی۔ حصہ اول۔ ص 42
⑦ مکتوبات احمد۔ جلد پنجم۔ نمبر 3۔ ص 21 بحوالہ قادیانی مذہب ص 112
⑧ قادیانی مذہب۔ ص 116
⑨ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی۔ سیرۃ المہدی۔ حصہ دوم ص 55
⑩ سیرۃ المہدی۔ حصہ اول۔ ص 13
⑪ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص 107

باب چہارم

قادیانیت ...... انگریز کا خود کاشتہ پودا

تاریخ شاہد ہے کہ اُمتِ مسلمہ نے جب بھی جہاد کو خیر باد کہا تباہی و بربادی اس کا مقدر بن گئی اور وہ ذلت کی ایسی دلدل میں پھنس گئے جہاں سے نکلنے کے لئے اسے پھر اپنے اندر رُوحِ جہاد کو زندہ کرنا پڑا۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے انتقال کے بعد مغل حکمرانوں نے جہاد سے کترانا شروع کر دیا۔ شمشیر و سناں کی جگہ طاؤس و رباب نے لے لی۔ انگریزوں نے موقع غنیمت جانا اور آہستہ آہستہ برصغیر پاک و ہند پر قابض ہو گئے۔ 1857ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر انگریزوں سے ٹکر لی لیکن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حکومت برطانیہ نے ہندوستانی عوام کو وفادار بنانے اور مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے ہندوستان کا سروے کرایا۔ وائسرائے لارڈ میو (Lord Mayo) کے دور میں انگلستان سے ماہرین کا ایک وفد ہندوستان آیا۔ اس کا ذکر آغا شورش کاشمیری نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"انگلستان کی حکومت نے ہندوستان سے برطانوی عمّال کی یادداشتوں کا جائزہ لینے اور صورتِ حال کا بالواسطہ مطالعہ کرنے کے لئے 1869ء کے شروع میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، بعض انگلستانی اخبار کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا۔ وفد کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کے بیج کیونکر بوئے جا سکتے ہیں اور مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو سلب کر کے انھیں کس طرح رام کیا جا سکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں

جن ارکان نے (The arrival of British Empire in India)
"ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد" کے عنوان سے رپورٹ لکھی انہوں نے لکھا
"ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی راہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپاسٹالک پرافٹ (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔" (1)

یہ وفد وائسرائے کیننگ (Canning) کے مشیر کی یادداشت کے بعد گیا تھا۔ جو ملکی حالات خطرات سے متعلق تھی۔ اس وفد نے 1875ء میں حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ (2) اس کے بعد انگریزوں نے موزوں آدمی کی تلاش شروع کر دی جس سے حواری نبی (Apostolic Prophet) کا دعویٰ کروایا جائے۔ انگریز کسی لالچی مسلمان سے ایمان کا سودا کر کے اس سے دو کام لینا چاہتے تھے۔

اولاً ملت اسلامیہ کے اخوت و اتحاد کو ختم کرنا۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر "Divide and Rule" کے اصول کے تحت ان پر حکومت کرنا۔

ثانیاً مسلمانوں کا جذبہ اتحاد اس "حواری نبی" کے فتوے کی مدد سے ختم کرنا۔

انگریزوں نے کئی راسخ العقیدہ مسلمانوں کو "حواری نبی" بننے کی پیش کش کی۔ لدھیانہ کے ایک بزرگ خواجہ احمد صاحب کو مہاراجا پٹیالہ نے انگریزوں کی طرف سے حواری نبی بننے کی پیشکش کی تھی۔ انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایمان نہیں بیچتا۔ (3) ان کے علاوہ متعدد لوگوں کو اس منصب شنیعہ پر فائز کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کوئی بھی اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے میں ڈالنے پر راضی نہ ہوا۔ آخر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس لعنت کے تاج کو زیب سر کر لیا۔ اس نے وہ سب خدمات جو کی تحقیق طلب تھیں بسروچشم انجام دیں۔

مرزا صاحب سے نبوت کا دعویٰ کرانے کے لئے انگریزوں نے کس طرح رابطہ کیا؟ انہوں نے اپنا ایمان کس مقام پر گوروں کے ہاتھوں فروخت کیا؟ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جناب مصباح الدین کے مطابق مہاراجا پٹیالہ کے ذریعے یہ سودا طے پایا۔ (4) لیکن مرزا کی زندگی پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس زمانے میں انہوں نے اپنا ایمان انگریزوں کے ہاتھوں فروخت کیا اس وقت وہ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ملازم تھے۔ ان دنوں پادری بٹلر سے جس سے مرزا نے بڑے تلخ و ترش مناظرے کئے تھے ان کا رویہ یکسر بدل گیا۔ ایک دوسرے سے بحث و مباحثے کرنے والے اچانک شیر و شکر ہو گئے۔ عبدالقادر نے لکھا ہے۔

"پادری بٹلر صاحب ولایت جانے لگے تو مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے کچہری تشریف لائے۔ جہاں مرزا صاحب بیٹھے تھے وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے اور ملاقات کر کے چلے گئے۔" (5)
شورش کاشمیری نے بھی اس بات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ مرزا نے ملازمت کے

دوران سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم۔ اے سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے پاس عموماً آتا اور دونوں اندر خانہ بات چیت کرتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے آپ سے تخلیے میں کئی طویل ملاقاتیں کیں۔ پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے ہاں گیا۔ اس سے کچھ کہا اور انگلستان چلا گیا۔ ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دے کر قادیان آگئے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد مذکورہ وفد انگلستان پہنچا اور لوٹ کر مجوزہ رپورٹیں مرتب کیں۔ ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانوی ہند کی سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے مرزا صاحب نبوت کے لئے نامزد کئے گئے" (6)

مرزا قادیانی کو اس منصب کے لئے کیوں منتخب کیا گیا؟ اس کی تین وجوہ تھیں۔

1. وہ اس سے قبل مناظروں کے ذریعے کافی شہرت حاصل کر چکے تھے اور ان کا شمار نامور مسلم مناظروں میں ہوتا تھا۔
2. انہوں نے چار سال تک 1864ء سے 18668ء تک انگریزی حکومت کی ملازمت کے دوران یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ انگریزوں کے اشاروں پر ناچنے کے لئے تیار ہیں۔
3. ان کا خاندان ہمیشہ سے انگریزوں کا وفادار رہا تھا جس کی وجہ سے انگریزوں کو اس پر بھرپور اعتماد تھا۔

مرزا کے خاندان نے حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کبھی کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس کا ذکر خود انہوں نے اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔
"میرے والد غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ 1857ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت میں پچاس گھوڑے مع سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عند الضرورت بھی وعدہ دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بجا آوری خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے اپنی کتاب "رئیسان پنجاب" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہردلعزیز تھے اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر ان کے مکان پر آکر ان سے ملاقات کرتے تھے۔" (7)
ایک اور جگہ اپنے والد اور بھائی کی ان خدمات جو انہوں نے انگریزوں کے لئے سرانجام دیں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔
"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر گریفن صاحب کی تاریخ "رئیسان پنجاب" میں ہے اور 1857ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ

کر سرکار انگریزی کی مدد کی تھی یعنی پچاس گھوڑے اور سوار بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے پھر میرے والد کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کی گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ " (8)

" تحفہ قیصریہ " میں مرزا قادیانی نے اپنے والد کا ذکر یوں کیا ہے۔

" میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ 1857ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگ جو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔ " (9)

مرزا صاحب کا انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے 1857ء کی جنگ آزادی کو " غدر " اور " مفسدہ " قرار دینا اس کا غماز ہے کہ وہ انگریزوں کے پالتو تھے اور ان سے قبل ان کا خاندان بھی اپنے برطانوی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر چکا تھا حتیٰ کہ ان کے والد بڑھاپے میں بھی انگریزوں کی خدمت میں مصروف رہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

" میرا باپ خدمات میں پیرانہ سالی تک مشغول رہا۔ اگر اس کی خدمات لکھیں تو اس جگہ سما نہ سکیں اور ہم عاجز رہ جائیں۔ وہ ہمیشہ مراحم کا امیدوار رہا اور عند الضرورت خدمتیں بجالاتا رہا۔ یہاں تک کہ سرکار انگریزی نے خوشنودی کی چٹھیات سے اس کو خاص فرمایا۔ اس کی غم خواری کی۔ اس کی رعایت رکھی۔ اور اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں میں سے سمجھا۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی مرزا غلام قادر ہوا۔ سرکار کی عنایات اس کے شامل ایسی ہو گئیں جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں۔ " (10)

گورنر پنجاب کو عرضی پیش کرتے ہوئے اپنے خاندان کی وفاداری کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

" میں سب سے پہلے یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں اس خاندان میں ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دولت مدار کا خیر خواہ ہے اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا ہے کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔ " (11)

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ان کے بھائی مرزا غلام قادر کو جنرل نکلسن نے ایک سند عطا کی جس میں لکھا۔

" ان کا خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔ " (12)

یہ مرزا جی کے خاندان کی انگریزی گورنمنٹ کی خدمات کا مختصر ذکر تھا۔ اب ان کی اپنی خدمات اور انگریزوں سے تعلقات کا ذکر ملاحظہ فرمایئے۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا

تھا۔ مرزا صاحب اپنے والد اور بھائی کی وہ خدمات جو انہوں نے انگریزی حکومت کے لئے سرانجام دی تھیں کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

" پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی لیکن میں صاحب مال اور صاحب املاک نہیں تھا سو میں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم اور ہاتھ سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا اور میں نے اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا جس میں احسانات قیصرۂ ہند کا ذکر نہ ہو۔ نیز اس کے ان تمام احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے۔ " (13)

مرزا صاحب گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے نام ایک درخواست میں اپنی خدمات کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں۔

" میں بذات خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ " (14) ایک اور مقام پر وہ استفہامیہ انداز میں لکھتے ہیں۔ " پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد ' حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ (15)

مرزا قادیانی صاحب نے انگریزوں کے حکم پر مسلمانوں کو جہاد سے دور رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اسی لئے شاعر مشرق ' حکیم الامت حضرت علامہ اقبال ' نے کہا تھا۔

آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد
آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد (16)

اس شعر میں بہاء اللہ ایرانی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اول الذکر حج سے بیگانہ اور موخر الذکر جہاد سے بیگانہ تھا۔ مرزا صاحب نے ایک دفعہ اپنی باطل جماعت کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

" یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔ چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی ' فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کر کے شائع کی ہیں جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں۔ اس قوم میں یہ خرابی مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو امید رکھتا ہوں کہ

عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی۔" (17)

محمد علی قادیانی امیر قادیانی جماعت لاہور نے 1902ء میں ایک مضمون میں لکھا۔

"ہمارے امام نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو 22 برس ہیں اس تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام "عرب شام" کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے جس سے گورنمنٹ بے خبر نہیں ہے۔" (18)

مرزا صاحب کا بیان تبلیغ رسالت میں یوں درج ہے۔

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کی دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔" (19)

رسالہ "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" میں مرزا جی لکھتے ہیں۔

"دیکھو میں (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔" (20)

جہاد کے خلاف نظم میں یوں لکھتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا جذبہ ختم کرنے کے لئے مرزا صاحب نے اپنی تمام توانائی صرف کر دی کیونکہ انگریزوں نے مرزا سے نبوت کا دعویٰ صرف اسی لئے کروایا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جوش ختم کر دے۔ افسوس کہ وہ اپنے بدترین مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مسلمان قرآن و حدیث کو چھوڑ کر مرزا جیسے کذاب شخص کی باتوں پر کیسے کان دھر سکتے ہیں۔ ان کے سامنے حضور نبی دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم عملی نمونے تھے لیکن مرزا صاحب نے آخری دم تک انگریزوں کی قصیدہ خوانی جاری رکھی اور ایسے الہامات اور فتاویٰ کی تشہیر کرتے رہے جو جہاد کے خلاف تھے۔ (22) کا اعتراف جماعت احمدیہ کے موجودہ پیشوا مرزا ناصر احمد نے بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ (21)

One of the Main Points of Ghulam's has been rejection of holy wars

اب مرزا صاحب کی زبانی انگریزی حکومت اور ملکہ کی مدح سرائی ملاحظہ ہو۔ اپنے ایک رسالے کے تمہ میں لکھتے ہیں "میں نے آج عزت مآب جناب حضرت مکرمہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ

دالتا ہوں کہ اس رسالہ کو ہمارے حکام عالی مرتبہ توجہ سے اول سے آخر تک پڑھیں۔" (23)

"تریاق القلوب" میں رقمطراز ہیں۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" (24)

مرزا صاحب کے نزدیک انگریزوں کی غیر اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اسلام سے منحرف ہونے کے مترادف تھا چنانچہ اپنے ایک رسالے میں انگریزی حکومت کو اپنی وفاداری کا اس طرح یقین دلاتے ہیں "سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول (ﷺ) سے سرکشی کرتے ہیں۔" (25)

"تحفہ قیصریہ" میں اپنے گورے آقاؤں کی یوں مدح سرائی کرتے ہیں۔

"سو اس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے۔" (26)

مرزا کے صاحبزادے میاں محمود احمد نے لکھا ہے "گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہیں اور مقاصد کو پورا کرتے ہیں ...... اور اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔" (27)

مرزا صاحب "آریہ دھرم" میں انگریزوں کے سامنے اپنی جبیں خم کرتے ہوئے نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں "بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہو گا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعاگو ہیں۔" (28)

اب مرزا صاحب کا وہ بیان بھی دیکھئے جس میں وہ خود "مامور من اللہ" کی بجائے "مامور من الانگریز" ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ اپنی ایک درخواست میں اپنے مامور کرنے والوں سے یوں التماس کرتے ہیں۔

"میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں ...... صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، ایمان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ

مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمت گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تاکہ ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے۔ (29)

مرزا صاحب کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے انگریزوں کے ہاتھ اپنا ایمان بیچا اور وہ انہی کا خود کاشتہ پودا تھا۔ نئی دہلی کے ہفت روزہ "دعوت" نے قادیانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا "قادیانیوں کا پودا برطانوی سامراج نے اپنے تحفظ کے لئے لگایا تھا۔" (30) سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔

"مرزائیت کی تحریک جو مذہب کے روپ میں نمودار ہوئی دراصل مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد فنا کرنے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ایک خوفناک سازش ہے جو انگریزی دور حکومت میں تیار کی گئی۔ مرزائیت کی تنظیم انگریزی راج کو دوام بخشنے کی ایک تدبیر ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی ساری زندگی انگریزوں کی قصیدہ خوانی میں گزری۔ مرزائیت کو ہم ایک ایسے درخت سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کی آبیاری اور حفاظت اپنی سیاسی مصلحت کے تحت انگریز کرتے رہے اور جب تک وہ یہاں رہے اس کے برگ و بار سے متمتع ہوتے رہے۔" (31)

چودھری افضل حق مرزائیت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"مرزائیت عیسائیت کی توام بہن ہے یہ تحریک انگریزی حکمت عملی کی آغوش میں پل کر بڑھی، پھلی اور پھولی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد صاحب نے بلوغر کی تانک وائن سے مست ہو کر ایک مکتوب میں اپنی نبوت کو انگریز کا "خود کاشتہ پودا" بیان کر کے برطانوی سرکار سے ناجائز تعلقات کی پوری کہانی بے خبری میں کہہ دی۔ اس دستاویزی ثبوت کے بعد کوئی عقل کا اندھا ہی مرزائیت کی راہ اختیار کر سکتا ہے۔" (32)

مرزا صاحب انگریزوں کی اطاعت کو عبادت قرار دیتے تھے۔ اپنی کتاب "شہادت القرآن" میں تحریر کرتے ہیں۔

"جب ہم اس (انگریز) بادشاہ کی دل سے اطاعت کرتے ہیں تو گویا اس وقت عبادت کر رہے ہیں۔" (33)

اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مرزا کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین خلیفہ ثانی گوہر افشانی

کرتے ہیں۔ "برٹش گورنمنٹ فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے۔ اس کی ہستی احمدیت کی ہستی ہے۔" (34)

خواجہ کمال الدین لاہوری مبلغ کا بیان بھی قابل غور ہے۔ وہ کہتے ہیں "میں جس ملک میں گیا وہاں لوگوں کو یہی کہتے سنا کہ یہ قادیانی لوگ گورنمنٹ (برطانیہ) کے خفیہ جاسوس ہیں۔" (35)

چونکہ مرزا صاحب ساری عمر انگریزی مفادات کے لئے کھیل رہے تھے اس لئے انہوں نے کبھی بھی انگریز آقاؤں کو فراموش نہیں کیا۔ وہ مرزائیت کی بیعت لیتے وقت گورنمنٹ کی وفاداری کا عہد بھی لیتے تھے۔ (36) اسی طرح مرزا صاحب پر وحی لانے والا شیطان بھی کبھی کبھی انگریز نوجوان کی شکل میں نازل ہوتا تھا۔ "(37) بعض اوقات انہیں الہام بھی ٹوٹی پھوٹی انگلش میں ہوتا تھا۔" (38)

اس کے علاوہ قادیانیت کی برطانوی سرپرستی کی کئی اور مثالیں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً پاکستان کے قادیانی مرکز ربوہ کی 1033 ایکڑ سات کنال آٹھ مرلے اراضی انگریز گورنر سر فرانسس موڈی کی خاص دلچسپی سے قادیانیوں کو الاٹ ہوئی تھی۔ (39) مرزا صاحب کی انگریز گورنر اور وائسرائے ہند سے خط و کتابت اور ملاقاتیں بھی ان کے انگریزوں سے تعلقات کا واضح ثبوت ہیں۔" (40)

مولانا علی میاں ندوی لکھتے ہیں۔

"علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے۔" (41)

مشہور اہل حدیث عالم احسان الٰہی ظہیر رقمطراز ہیں۔

"انگریز کی اطاعت اور وفاداری مرزائیت کے ہاں ایک اضافی اور معمولی مسئلہ نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے اپنی بیعت کی شرطوں میں سے ایک شرط قرار دیا اور یہ مسلمہ امر ہے کہ بیعت میں ان امور کی شرط لگائی جاتی ہے جو اس کی اساس ہوں۔" (42)

حضرت مولانا ظفر علی خان نے مسلمانوں کو مرزا صاحب کی اصلیت سے اپنی شاعری کے ذریعے آگاہ کیا وہ ہمیشہ رد قادیانیت کے لئے سرگرم رہے۔ مرزا کذاب اور اس کی جھوٹی نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پلی ہے مغربی تہذیب کے آغوش عشرت میں
نبوت بھی رنگیلی ہے پیمبر بھی رسیلا ہے
نصاریٰ کی رضا جوئی ہے مقصد اس نبوت کا
اور ابطال جہاد انجاح مقصد کا وسیلہ ہے (43)

ایک اور مقام پر "انگریزوں کے خود کاشتہ پودے" کا ذکر مرزا صاحب کی زبانی یوں کرتے ہیں۔

نبوت مجھے بخشی انگریز نے
یہ پودا اسی کا ہے خود کاشتہ

پلومر کی بجتی سلامت رہے
ہے جس کی صبوحی مرا ناشتہ
یہ ہے نیچی نیچی کی بروقت بچ
جو ہے میری تھیلی زر افراشتہ (44)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی مرزا صاحب اور انگریزوں کے تعلقات کا ذکر کیا ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزا صاحب انگریزی سرکار کے اشارے پر مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور ہمیشہ انگریزوں سے اس کے تعلقات خوشگوار رہے۔ (45)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری مدظلہ نے لکھا ہے۔

"جس شخص نے امت کو انگریز کی ابدی غلامی کے لئے تیار کرنے میں ساری عمر کھپادی ہو' ہم مجبور ہیں کہ اسے ملت کا بدخواہ اور غدار قرار دیں۔ جس طرح خارش زدہ کتے کو مسجد میں ہم داخل نہیں ہونے دیتے اسی طرح ہم ایسے غداروں کو حرم ملت کے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے' ______ وہ (مرزا) عمر بھر ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرکے اپنے انگریز محسنوں کے قدموں پر لا ڈالنے کے لئے سرگرداں ہے (46)"

حال ہی میں قادیانیوں کا ربوہ سے لندن اپنا ہیڈ آفس منتقل کرنا بھی اس کی غمازی کرتا ہے کہ وہ برطانیہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ اس مضمون میں یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ مرزا کذاب انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا۔ اسے امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے انگریزوں کے لئے مسلمانوں میں وفاداری پیدا کرنے اور ان کا جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے معمور کیا گیا تھا۔

قادیانیت .... انگریز کا خود کاشتہ پودا

1 آغا شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص22 (مطبوعات چٹان لاہور
2 مصباح الدین۔ خاتم النبیین ۔ ص166۔ مطبوعہ راولپنڈی
3 ایضاً۔ ص167
4 ایضاً
5 عبدالقادر۔ حیات طیبہ۔ ص 31/ خالد بشیر احمد تاریخ محاسبۂ قادیانیت۔ ص32۔ قرطاس پوسٹ بکس نمبر25 فیصل آباد
6 آغا شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص23۔ مطبوعات چٹان لاہور۔
7 اشتہار واجب الاظہار مورخہ 30, ستمبر 1897ء۔ ص3 ملحقہ بکتاب البریہ مصنفہ غلام احمد قادیانی۔
8 کتاب البریہ از مرزا غلام احمد قادیانی۔ اشتہار مورخہ 20, ستمبر 1897ء ص3
9 مرزا غلام احمد۔ تحفہ قیصریہ۔ ص16/ تاریخ محاسبہ قادیانیت از خالد بشیر احمد۔ ص26
10 مرزا غلام احمد۔ کتاب نور الحق۔ حصہ اول۔ ص28۔ مطبوعہ قادیان۔
11 درخواست بحضور گورنر بہادر منجانب خاکسار مرزا غلام احمد۔ مورخہ 24, فروری 1898ء بحوالہ تبلیغ رسالت از میر قاسم علی قادیانی جلد ہفتم ص8
12 خالد بشیر احمد۔ تاریخ محاسبۂ قادیانیت۔ ص23۔ مطبوعہ فیصل آباد۔
13 مرزا غلام احمد۔ نور الحق۔ حصہ اول۔ ص28
14 عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی منجانب مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم۔ ص65۔ مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی۔
15 مرزا غلام احمد قادیانی۔ کتاب البریہ۔ اشتہار مورخہ 20, ستمبر 1897ء ص7 محمد اقبال' ڈاکٹر علامہ۔
16 محمد الیاس برنی' پروفیسر۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص 537'538۔ مکتاب کمپنی لاہور۔
17 ایضاً
18 میر قاسم علی قادیانی۔ تبلیغ رسالت۔ ج7۔ ص10۔ مطبوعہ قادیان۔
19 گورنمنٹ انگریز اور جہاد۔ ص14 بحوالہ قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف ص 157۔

مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

20. قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف۔ ص156۔ مطبوعہ ملتان۔
21. "Africa Speaks." Published by Majlis-e-Nijrat Jahan Tehrik-e-Jadid Rabwah
22. الیاس برنی قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص529ـ530۔ مطبوعہ متاب کمپنی لاہور۔
23. مرزا غلام احمد قادیانی۔ تریاق القلوب ص15۔ مطبوعہ قادیان۔
24. قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص533۔
25. مرزا غلام احمد قادیانی۔ تحفۂ قیصریہ۔ ص27۔ مطبوعہ قادیان۔
26. قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص551
28. مرزا غلام احمد قادیانی' آریہ دھرم۔ ص80۔ مطبوعہ قادیان۔
29. درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔ مورخہ 24 فروری 1898ء مندرجہ تبلیغ رسالت۔ جلد ہفتم۔ مؤلفہ میر قاسم علی۔
30. ہفت روزہ "دعوت" نئی دہلی بحوالہ نوائے وقت 30 مئی 984ء۔
31. خالد بشیر احمد۔ تاریخ محاسبۂ قادیانیت۔ ص262 مطبوعہ فیصل آباد۔
32. ایضاً۔ ص310
33. مرزا غلام احمد قادیانی۔ شہادت القرآن۔ ص3 4۔ مطبوعہ قادیان۔
34. الفضل 13 ستمبر 1914ء
35. پیغام الصلح - 15 مئی 1937ء
36. علی میاں ندوی' مولانا۔ قادیانیت دین محمد اور اسلام کے خلاف بغاوت۔ مطبوعہ لکھنؤ
37. احسان الٰہی ظہیر۔ مرزائیت اور اسلام۔ ص75۔ ادارہ ترجمان السنۃ ۔
38. ضیائے حرم (ماہنامہ) لاہور۔ دسمبر 1974ء ص100۔
39. ایضاً۔ ص166
40. سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ قادیانی مسئلہ۔ ص38 تا 41 اسلامک پبلی کیشنز
41. پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ فتنہ انکار ختم نبوت۔ ص59'60۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
42. قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص536
43. ایضاً۔ ص303
44. مصباح الدین۔ خاتم النبیین ﷺ۔ ص322'323۔ مطبوعہ راولپنڈی۔
45. رائے محمد کمال۔ قادیانی امت اور پاکستان۔ ص9۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
46. محمد الیاس برنی۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص555 تا 565

باب پنجم

پاکستان' قائدِ اعظمؒ اور قادیانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی ایماء پر مسیلمہ کذاب کی راہ اپنائی تھی اور نبوت کا ڈھونگ رچایا تھا۔ وہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے اور ان کے اتحاد کو نیست و نابود کرنے کے لئے انگریزوں کی طرف سے مامور تھا اور اس کو بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ انگریز کا دوست مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ جو مسلمانوں کا خیر خواہ نہ ہو وہ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والے ملک "پاکستان" کا بہی خواہ کیونکر ہو گا؟ مرزا جی کے پیروکار اپنے نبی کے بھیجنے والے کی مخالفت کر کے پاکستان اور اہل پاکستان سے کیسے مخلص ہو سکتے ہیں؟

قیامِ پاکستان کی مخالفت کے اسباب

قادیانی قیام پاکستان کے سخت مخالف تھے۔ ان کے گورو جی نے بھی لکھا تھا۔

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ (پاک) نہ روم نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔" (1)

ایک اور مقام پر آنجہانی مرزا قادیانی کہتا ہے۔

"اگر ہم یہاں (سلطنت برطانیہ) سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارہ ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔" (2)

قادیانی چاہتے تھے کہ انگریزوں کے بعد برصغیر ہندو پاک کی حکومت انہیں ملے۔ اس سلسلے میں ان کے خلفاء نے وقتاً فوقتاً اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا۔ 14 فروری 1922ء کو خلیفہ محمود احمد کا یہ بیان "الفضل" میں شائع ہوا

"ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔" (3)

اس کے چند روز بعد مرزا محمود احمد نے 1922ء میں خطبہ جمعۃ المبارک کے دوران کہا تھا کہ "نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔ (4)" جسٹس منیر نے بھی اپنی رپورٹ میں اس حقیقت کا انکشاف کیا تھا۔ انہوں نے لکھا ہے۔

"1945ء سے لے کر 1947ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کے جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔" (5)

تقسیم کے دوران قادیانی غداری

تقسیم ہند کے وقت چودھری ظفر اللہ خان ہمارے لیڈروں کو چکر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ بظاہر وہ مسلم لیگ کی وکالت کر رہا تھا لیکن در پردہ وہ ہندوستان کا حامی تھا اور اس کی سازش سے ضلع فیروز پور اور ضلع گورداسپور (سوائے تحصیل شکر گڑھ) مسلم اکثریت کے باوجود بھارت میں شامل کر دیئے گئے۔ (6)

ظفر اللہ خان چاہتا تھا کہ قادیانی سینٹر بہر حال انڈیا میں شامل ہونا چاہئے کیونکہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں انہیں ایک نہ ایک دن ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں جانباز مرزا لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کو تو یہ پہلے ہی مسلمان نہیں سمجھتے تھے لیکن گورداسپور کے ضلع میں جہاں جہاں مرزائیوں کی آبادی تھی انہیں بھی مسلمانوں اور دیگر مذاہب سے الگ تھلگ دکھلانے کے لئے 1940ء میں ایک خفیہ نقشہ تیار کیا۔ یہی وہ نقشہ ہے جسے مرزائیوں نے 1947ء میں باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش کر کے اپنی آبادی کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیا جس کے نتیجے میں گورداسپور کا ضلع بھارت کے حوالے کر دیا گیا ورنہ 3 جون 1947ء کے برطانوی پلان میں یہ ضلع پاکستان میں شامل تھا۔" (7)

قائداعظم کی نماز جنازہ

قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کے انتقال پُرملال پر پوری قوم نوحہ خواں تھی حزن و یاس کی کیفیت طاری تھی ہر شخص خود کو یتیم محسوس کر رہا تھا لیکن قادیانیوں کا رویہ انتہائی توہین آمیز رہا۔ سر ظفر اللہ خان قادیانی نے جو پاکستان کا وزیر خارجہ تھا بابائے قوم کی نماز جنازہ پڑھنا پسند نہ کی۔ جب اخبارات اس معاملے کو منظر عام پر لائے تو ان کی طرف سے درج ذیل جواب دیا گیا "جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔" (8)

ایک اور مقام پر یہ استدلال پیش کیا گیا۔ "کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابو طالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے مگر مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا نہ رسول ﷺ نے۔" (9)

منیر انکوائری کمیشن کے سامنے اس نے بابائے قوم کا جنازہ نہ پڑھنے کی یہ وجہ بیان کی تھی۔

"نماز جنازہ کے امام مولانا شبیر احمد عثمانی احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے۔ اس لئے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکا جس کی امامت مولانا کر رہے تھے۔" (10)

لیکن جب عدالت سے باہر نکلا تو اس سے اخبار نویسوں نے سوال کیا کہ آپ قائداعظم کے جنازہ کے وقت غیر مسلم سفیروں کے ساتھ گراؤنڈ میں ایک طرف بیٹھے رہے۔ جنازے میں شامل نہ ہونے کی کیا وجہ تھی۔ " وہ بولا " آپ مجھے مسلمان حکومت کا ایک کافر یا ایک کافر حکومت کا مسلمان نوکر سمجھ لیں۔" (11)

1951ء میں سر ظفر اللہ خان کا ایک مفصل انٹرویو شائع ہوا تھا ان سے پوچھا گیا "آپ پر ایک اعتراض اکثر ہوتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ موجود ہوتے ہوئے نہیں پڑھا۔" اس نے جواب دیا "ہاں یہ بات ٹھیک ہے میں نے نہیں پڑھا تھا قائداعظم کا جنازہ پڑھتا تو ایک اعتراض کی بات تھی کہ یہ شخص منافق ہے یہ غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے اور اس نے پڑھ لیا۔ تب تو میرے کریکٹر کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ منافق ہے۔ اس کا عقیدہ کچھ ہے عمل کچھ کرتا ہے۔ اس نے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی خاطر قائداعظم کا جنازہ تو پڑھ لیا تھا۔ میرے عقیدے کو وہ جانتے ہیں۔ میرے عقیدے کو انہوں نے نان مسلم قرار دیا ہے۔ تو اگر میں آئینی اور قانونی اعتبار سے نان مسلم ہوں تو ایک نان مسلم پر کیسے واجب ہے کہ مسلمان کا جنازہ پڑھے۔ ان کی اپنی کرتوت تو سامنے ہونی چاہئے نہ پڑھنے پر کیا اعتراض ہے۔ سارے جہاں کو معلوم ہے ہم نہیں پڑھتے غیر احمدی کا جنازہ۔" (12)

یہ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ مسلمانوں سے خود کو الگ سمجھنے والا چوہدری ظفر اللہ قادیانیوں کو غیر

مسلم اقلیت قرار دینے پر بہت چیخا اور اقوام متحدہ تک بات لے جانے کی کوشش کی۔ یہ بات الگ ہے کہ وہاں بھی دال نہیں گلی۔ اپنے کذاب نبی کی طرح وہ قادیانیوں کو 1948ء میں ہی ملت اسلامیہ سے الگ سمجھتا تھا۔

پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ

مرزا محمود نے 1952ء کے آغاز میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ

"اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو 52ء میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں ____ 52ء گزرنے نہ دیجئے۔ جب احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے۔" (13)

کلیدی عہدوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ

پاکستان کے قیام کے بعد مرزائیوں نے کوششیں کی کہ تمام محکموں کے کلیدی عہدوں پر قبضہ کر لیں تاکہ حکومت کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکیں۔ قائداعظم کو نہ چاہتے ہوئے بھی سر ظفراللہ خاں کو پہلا وزیر خارجہ قبول کرنا پڑا۔ بعض مسلم لیگیوں کا کہنا ہے کہ سر میاں فضل حسین کی سفارش پر ظفراللہ خاں چودھری کو وائسرائے کونسل میں لیا جانا ایک باقاعدہ سازش تھی۔ ایک مدت تک اسے سیاسی تربیت دی جاتی رہی اور ماقبل آزادی ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ سر ظفراللہ کو چار و ناچار وزارت خارجہ کا قلمدان سونپنا پڑا۔ (14)

اگر کوئی قائداعظم پر اعتراض کرے تو بالکل بے جا ہوگا۔ کیونکہ بعض مجبوریوں کے باعث انہیں سر ظفراللہ خان کو وزیر خارجہ اور سردار جوگندر ناتھ منڈل کو وزیر قانون قبول کرنا پڑا۔ (15)

مرزا محمود نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں ان سے پوری طرح کام نہیں لے سکتے مثلاً موٹے موٹے محکموں میں سے فوج ہے' پولیس ہے' ایڈمنسٹریشن ہے' ریلوے ہے' فنانس ہے' کسٹمز ہے' انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کرا سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اس کے نتیجے میں ہماری

نفری فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت بہت زیادہ ہے اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جائیں کہ ہر صیغے میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔" (16)

اپنے خلیفہ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے جلد ہی قادیانی پاکستان کے ہر محکمے میں کلیدی عہدوں پر پہنچ گئے۔ اقتصادی مشیر ایم ایم احمد "مسٹر غلام احمد قادیانی کا پوتا تھا۔ وائس ایئر مارشل ایس ایم اختر کا تعلق بھی اسی جماعت سے تھا۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا ایک سابق چیئرمین راجہ غالب احمد بھی قادیانی تھے۔ جنرل اختر ملک اور بریگیڈیئر عبدالعلی کا بھی قادیانی جماعت سے تعلق تھا۔

بلوچستان پر قبضے کا منصوبہ

23 جولائی 1948ء کو قادیانی خلیفہ نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو 13 اگست کے "الفضل" میں ان الفاظ میں شائع ہوا۔

"برٹش بلوچستان جو اب پاک بلوچستان ہے کی آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے۔ یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کا کانسٹی ٹیوشن ہے وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب اسٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض پاک بلوچستان کی آبادی پانچ چھ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی گیارہ لاکھ ہے لیکن یہ ایک یونٹ ہے اس لئے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے۔ یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو۔ پہلے Base مضبوط ہو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ پس پہلے اپنی Base مضبوط کر لو۔ کسی نہ کسی جگہ اپنی Base بنا لو کسی ملک میں ہی بنا لو اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنا لیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ (17)

پاکستان، قائدِ اعظم اور قادیانی

(1) مرزا قادیانی۔ تبلیغ رسالت۔ جلد ششم۔ ص 49۔
(2) ملفوظات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص 146۔
(3) "الفضل" 14 فروری 1922ء
(4) اخبار "الفضل" 29 مارچ 1922ء
(5) رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب۔ ص 209۔
(6) قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف۔ ص 203۔
(7) جانباز مرزا۔ تحریک ختم نبوت کا آخری باب۔ ص 59۔ 60 مکتبہ تبصرہ 4/7 گلشن کالونی بادامی باغ لاہور۔
(8) قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف۔ ص 51، 52۔
(9) اخبار "الفضل" ربوہ 28 اکتوبر 1952ء
(10) رپورٹ تحقیقاتی عدالت۔ ص 212۔
(11) روزنامہ "زمیندار" لاہور۔ 8 فروری 1950ء
(12) ماہنامہ "آتش فشاں" مئی 1981ء۔ ص 24۔
(13) اخبار "الفضل" ربوہ۔ 16 جنوری 1952ء
(14) رائے محمد کمال۔ قادیانی امت اور پاکستان۔ 11۔
(15) ڈاکٹر صفدر محمود۔ پاکستان کیوں ٹوٹا۔ ص 1307۔ جنگ پبلشرز لاہور
(16) اخبار "الفضل" ربوہ۔ 11 جنوری 1952ء
(17) ایضاً۔ 13 اگست 1948ء

باب ششم

مرزائی بطورِ الگ ملّت

مرزائی صاحبان خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اور مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے۔ وہ اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں اپنے اس عقیدے کا برملا اعلان کر چکے ہیں کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں کی تکذیب کی ہے وہ سب دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس سلسلے میں چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے خطبۂ الہامیہ میں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پورے کا پورا بذریعہ الہام نازل ہوا تھا، کہتے ہیں۔

"اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے ظہور کے کمال کے لئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو۔" (1)

مرزا صاحب "حقیقۃ الوحی" میں رقم طراز ہیں۔

"کافر کا لفظ مومن کے مقابلے پر ہے اور کفر دو قسم پر ہیں۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے

ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (۲)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے نام اپنے خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔" (۳)

"نزول المسیح" میں لکھتے ہیں۔

"جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا۔" (۴)

مرزائی خلیفۂ اوّل حکیم نور الدین کے فتوے

مرزائی صاحبان کے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین بھیروی فرماتے ہیں۔

"ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے۔ خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے۔ ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔" (۹)

ایک اور موقع پر یوں گویا ہوتے ہیں۔

"محمد رسول اللہ ﷺ کے منکر یہود و نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں کو مانتے ہیں۔ کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ (علیہ السلام) کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا تبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا تبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیح ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔" (۵)

خلیفۂ دوم مرزا محمود کے فتاویٰ

مرزا بشیر الدین محمود قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ اور مرزا غلام احمد کے بیٹے اپنی کتاب "انوار خلافت" میں لکھتے ہیں۔

"ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔" (٦)

ایک اور فتویٰ میں تو ان مسلمانوں کو بھی کافر ٹھہراتے ہیں جنہوں نے ان کے والد آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی نہیں سنا۔ فرماتے ہیں۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (۸)

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے کے اقوال

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے جو مرزا جی کے منجھلے بیٹے تھے لکھتے ہیں۔

"ہر ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر (حضرت) محمد (ﷺ) کو نہیں مانتا اور یا (حضرت) محمد (ﷺ) کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (۹)

کلمۃ الفصل میں مسلمانوں کو کافر ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔

"تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔" (۱۰)

محمد علی لاہوری کے اقوال

محمد علی لاہوری جو لاہوری جماعت کے امیر تھے انگریزی "ریویو آف ریلیجنز" میں لکھتے ہیں۔

The Ahmadiyya movement stands in the same relation to islam in which christianity stood to Judaism.

یعنی احمدی تحریک اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔ (۱۱)

ایک اور مقام پر مرزا صاحب کا یہ پیرو اپنے کذاب نبی کا یوں دفاع کرتا ہے۔

"افسوس ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہو کر انہی اعتراضات کو دہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں۔ بعینہٖ اس طرح جس طرح عیسائی آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں اندھے ہو کر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دہرا رہے ہیں۔ جو یہودی حضرت عیسیٰ پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری امتیازی نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا جائے گا

وہ سارے نبیوں پر پڑے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے وہ گویا کل سلسلہ نبوت کو رد کرتا ہے۔"[12]

خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

مرزائیوں کے عقائد مسلمانوں سے الگ ہیں۔ اس لئے ان کا ملت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ تاریخی طور پر یہ مسلم ہے کہ مرزائی خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود نے تقسیم ہند سے قبل قادیانیوں کو ایک اقلیت قرار دینے کا مطالبہ اپنے انگریزی آقاؤں سے کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں۔

"میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں۔ جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کر دو "اس کے مقابلہ میں "میں" دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔"[13]

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال کی رائے

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال" دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ سب سے پہلے انہوں نے کیا۔ لیکن علامہ صاحب کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کا سہرہ ذوالفقار علی بھٹو کے سر ہے۔ علامہ اقبال" کو قادیانیت نواز اور قادیانی تک کہا گیا ہے جیسا کہ چند سال پہلے بریڈ فورڈ لندن سے مولانا اقتدار احمد خان نعیمی نے ایک طویل فتویٰ شائع کیا ہے اس میں ان کے ایک سائل کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں "اقبال نے اپنی پرورش قادیانیت کی آغوش میں پائی جس کا اثر یہ تھا کہ اقبال مرزا غلام احمد کے عظیم ترین مداح بلکہ کچھ عرصہ مرزا قادیانی کی بیعت میں جکڑا رہا ہے اور اقبال کا قلم مدحت مرزا میں مسلمانوں کے خلاف الجھا رہا۔ پھر جب اقبال کے والد صاحب نے مرزائیت سے علیحدگی اختیار کی تو اقبال بھی قادیانیت سے متنفر ہوئے"[14] یہ الزام سراسر غلط ہے۔ علامہ اقبال اپنے ایک خط میں ختم نبوت کے متعلق رقمطراز ہیں "ختم نبوت کے معنی ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت موجود ہیں یعنی کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل ہے۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا۔ "مختصر یہی راوی

ہیں کہ علامہ اقبال نے ایک دفعہ فرمایا "الیوم اکملت لکم دینکم" کے بعد اجرائے نبوت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ قادیانی اسلاف کی تحریروں کو منحرف کر دیتے ہیں۔"[15] علامہ مرحوم کس قدر قادیانیوں کے حامی تھے اور مرزائی انہیں کیا سمجھتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی کے مجھلے بیٹے بشیر احمد کے درج ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ "ڈاکٹر سر محمد اقبال اپنی زندگی کے آخری ایام میں (قادیانیت) کے شدید طور پر مخالف رہے اور ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں احمدیت کے خلاف جو زہر پھیلا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مخالفانہ پروپیگنڈا تھا۔"[16]

10 رجون 1935ء کے اسٹیٹسمین میں علامہ صاحب کا یہ فرمان موجود ہے۔

"اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کی حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الوہیت پر ایمان "انبیاء پر ایمان اور رسول کریم (ﷺ) کی ختم رسالت پر ایمان دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم (ﷺ) کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم (ﷺ) کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم (ﷺ) کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں اور ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلا دیں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو، تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔

ثانیاً ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویئے کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی قادیانیت نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار "اپنی جماعت کا نیا نام "مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق" نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے" یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں جتنے سکھ ہندوؤں سے۔ کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندوؤں کی پوجا نہیں کرتے۔ ثمیناً اس امر کو سمجھنے کے لئے کسی خاص ذہانت یا غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لیے

کیوں مضطرب ہیں؟ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو چھپن ہزار ہے، انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی اور اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔

حکومت نے 1919ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ ان سے ایسے مطالبہ کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے۔" (17)

علامہ اقبال کا مندرجہ بالا بیان 1935ء میں شائع ہوا، جو بعد میں "Islam and Qadianism" (اسلام اور قادیانیت) کے عنوان سے کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا۔ (18) غالباً اسی کتابچہ کے جواب میں احمدیوں کے لاہوری گروپ کے مولانا محمد علی نے ایک کتابچہ شائع کیا۔ اس کا عنوان تھا۔

'Sir Muhammad Iqbal's statement regarding the Qadiani'

یہ کتابچہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔ (19)

مرزائی بطورِ الگ ملت

(1) خطبۂ الہامیہ مترجم، مصنفہ 1901ء۔ ص 268، مطبوعہ ربوہ۔

(2) مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی، ص 179، 180، طبع اول 1907ء قادیان

(3) مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی ص 162۔

(4) مرزا قادیانی نزول المسیح ص 4 طبع اول، مطبع ضیاء الاسلام قادیان 1909ء

(5) اخبار الحکم، جلد 15، نمبر 8۔ مورخہ 7 مارچ 1911ء

(6) ایضاً، جلد 18، نمبر 19۔ مورخہ 28 مئی 1914ء

(7) انوار خلافت، ص 90۔ مطبوعہ امرتسر 1914ء

(8) مرزا قادیانی، آئینہ صداقت۔ ص 35

(9) کلمۃ الفصل، ص 110۔

(10) ایضاً۔ ص 123۔

(11) محمد اسماعیل قادیانی، تبدیلی عقائد، ص 12، مباحثہ راولپنڈی، ص 240۔ مطبوعہ قادیان

(12) ایضاً۔ ص 42

(13) اخبار "الفضل" 13 نومبر 1946ء

(14) اقتدار احمد نعیمی بدایونی قادری، تنقیدات اقتدار بر نظریات اقبال، ص 1، 2 مطبوعہ بریطانیہ۔ اگست 1983ء

(15) ماہنامہ "الجامعہ" محمدی شریف (جھنگ) 1991ء۔

(16) مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، جلد 3، ص 249، طبع اول 1939ء، مطبوعہ قادیان

(17) شورش کاشمیری، اقبال اور قادیانیت، ص 126 تا 129، مطبوعات چٹان لاہور / لطیف احمد شروانی ایم اے، حرف اقبال، ص 126 تا 129، مطبوعہ لاہور

(18) "اسلام اور احمدی ازم" 1990ء میں دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد نے انگریزی زبان میں شائع کی ہے۔

(19) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی اگست ستمبر 1974ء، ص 50، 51۔

باب ہفتم

جناب ذوالفقار علی بھٹو

جناب ذوالفقار علی بھٹو 1928ء میں گڑھی خدا بخش (لاڑکانہ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سر شاہنواز بھٹو تھا جو صوبہ بمبئی کے ایک وزیر تھے۔ جب قائد اعظم محمد علی جناح کے مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے انگریزوں نے سندھ کو بمبئی سے الگ صوبہ بنا دیا تو انہیں سندھ حکومت کا مشیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ سر شاہنواز نے اپنے ذہین بیٹے کی تعلیم و تربیت کا خصوصی انتظام کیا۔ بھٹو نے 1950ء میں برکلے یونیورسٹی کیلی فورنیا سے پولیٹیکل سائنس میں گریجوایشن کی۔ 1952ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے اصول قانون میں ایم اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ اسی سال مڈل ٹیمپل لندن سے بیرسٹر ایٹ لاء کا امتحان پاس کیا۔ ساؤتھمپٹن یونیورسٹی میں بین الاقوامی قانون کے لیکچرر مقرر ہوئے۔ انگلستان کی کسی یونیورسٹی میں پہلے ایشیائی لیکچرر کا اعزاز بھی ذوالفقار علی بھٹو کو حاصل ہے۔ 1953ء میں وطن واپس لوٹے اور مسلم لاء کالج کراچی میں دستوری قانون کے لیکچرر مقرر ہوئے۔ بھٹو نے 1953ء میں ہی سندھ ہائی کورٹ میں وکالت شروع کر دی۔

ذوالفقار علی بھٹو نے 1958ء میں میدان سیاست میں قدم رکھا اور بہت جلد پاکستان کی سیاست پر چھا گئے۔ ہوا یوں کہ ملک میں 1958ء میں مارشل لاء کا نفاذ ہوا تو سکندر مرزا کے ساتھ گھریلو مراسم کے باعث ایوب خان کی کابینہ میں شامل کر لئے گئے۔ اکتوبر 1958ء میں وزیر تجارت کا قلمدان ان کے سپرد ہوا۔ 1960ء میں اقلیتی امور اور قومی تعمیر نو کے وزیر بنے۔ 1962ء میں مسلم لیگ کے

اپنی لیڈر منتخب ہوئے۔ وزارت اطلاعات کا منصب بھی ان کے پاس رہا اور صنعت وقدرتی وسائل اور امور کشمیر کی وزارت بھی ان کے پاس رہی۔ جنوری 1963ء میں وزیر خارجہ بنے اور تین سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ نوجوان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھٹو نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے خوب نام کمایا اور انہوں نے بین الاقوامی طور پر شہرت حاصل کی۔ 1966ء میں وہ ایوب خان کی کابینہ سے الگ ہو گئے انہوں نے کابینہ سے علیحدگی کے بعد معاہدہ تاشقند کے راز افشا کرنے کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی دسمبر 1967ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی۔ ایوب خان کے حکم سے انہیں نومبر 1968ء کو میانوالی جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ بیگم نصرت بھٹو نے اپنے شوہر کی نظر بندی کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کی۔ جسٹس مولوی مشتاق حسین نے نظر بندی کو غیر قانونی قرار دیا۔ چنانچہ فروری 1969ء کو انہیں رہا کر دیا گیا۔

1970ء کے انتخابات میں مسٹر بھٹو کی پیپلز پارٹی کو مغربی پاکستان میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ بھٹو صاحب خود ایک بڑے جاگیردار تھے لیکن انہوں نے غریبوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا۔ ان دنوں سوشلزم کا بڑا چرچا تھا۔ بھٹو صاحب نے بھی پاکستان میں سوشلزم لانے کا وعدہ کیا۔ غریب عوام نے مغربی پاکستان میں انہیں شاندار کامیابی سے ہمکنار کیا لیکن مشرقی پاکستان میں ان کی پارٹی کوئی سیٹ نہ لے سکی۔ انتقال اقتدار سے قبل مشرقی پاکستان میں بغاوت شروع ہو گئی۔ ادھر بھارت نے موقع غنیمت جانا اور پاکستان پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ہمارا پاکستان دولخت ہو گیا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے مغربی پاکستان سے جدا ہو گیا۔ اس سانحہ کے رونما ہونے کے بعد 20 دسمبر 1971ء کو جنرل یحییٰ خان نے بچے کھچے پاکستان کی عنان حکومت ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو سونپ دی۔ وہ 20 دسمبر 1971ء سے 13 اگست 1973ء تک پاکستان کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر مملکت رہے۔

مارشل لاء کا نفاذ

1977ء کے انتخابات میں جناب بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کا مقابلہ پاکستان قومی اتحاد سے ہوا۔ پاکستان قومی اتحاد میں نو پارٹیاں شامل تھیں۔ پاکستان مسلم لیگ، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، پاکستان جمہوری پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی اور تحریک استقلال اپنے تمام اختلافات کے باوجود شیر و شکر ہو چکی تھیں۔ ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرنے والے علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے تھے اور ان کے اتحاد کا مقصد ذوالفقار علی بھٹو کو منظر عام سے ہٹانا تھا لیکن

پاکستان قومی اتحاد نے نظام مصطفیٰ (ﷺ) کا نعرہ بلند کیا۔ در حقیقت یہ اتحاد بھٹو مرحوم کو ہٹانے کے لئے تھا اور اس کے قائدین اپنے نفاذ اسلام کے مطالبے میں مخلص نہ تھے جیسا کہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز نے کہا تھا۔ مارچ 1977ء میں قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے قومی اتحاد والوں نے دھاندلی کا الزام لگایا اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس الیکشن کے نتیجے میں اپوزیشن نے بھٹو حکومت کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ الیکشن سے قبل ہی امریکہ نے جناب ذوالفقار علی بھٹو کو نہ صرف اقتدار سے محروم کرنے بلکہ موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگست 1976ء میں ہنری کسنجر نے لاہور میں جناب بھٹو کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر ری پراسسنگ پلانٹ پر پالیسی تبدیل نہ کی تو خوفناک انجام کی عبرت ناک مثال بنا دیا جائے گا۔ اگرچہ بھٹو انتخابات جیت چکے تھے اور انہوں نے وزیر اعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا تھا لیکن پی این اے کی ایجی ٹیشن کے نتیجے میں اقتدار پر ان کی گرفت ڈھیلی ہوتی چلی گئی۔ جب حالات زیادہ بگڑ گئے تو بھٹو اپوزیشن سے مذاکرات پر راضی ہو گئے۔ انہوں نے پی این اے کے رہنماؤں سے گفت و شنید شروع کی اور ان کی تجاویز اور مطالبات پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔ جناب بھٹو اور پی این اے میں معاہدہ ہونے والا تھا کہ بھٹو صاحب کے معتمد جنرل محمد ضیاء الحق نے 5 جولائی 1977ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور تین ماہ تک الیکشن کرانے کا وعدہ کیا لیکن اپنی موت تک انتخابات جماعتی بنیاد پر نہ کرا سکے۔

سزائے موت

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ایٹمی پروگرام ترک نہ کرنے پر امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر اگست 1976ء میں ہی خوفناک انجام کی دھمکی دے چکا تھا۔ (1) پاکستان قومی اتحاد نے جب ایجی ٹیشن کی تحریک شروع کی تو اس کے بعض قائدین نے بھٹو کو مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ استعفیٰ دے دیں تو ان کی جان بچ سکتی ہے۔ 14 مئی 1974ء کو جب انہوں نے مولانا مودودی سے ملاقات کی تو مولانا نے انہیں کہا "آپ فوراً استعفیٰ دے دیں ورنہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ نے استعفیٰ دے دیا تو میں آپ کی جان بچانے کی کوشش کروں گا۔" (2) عبد الحفیظ پیرزادہ نے چند روز قبل روزنامہ پاکستان کو ایک انٹرویو کے دوران بتایا کہ اگر عدالت بھٹو مرحوم کو بری بھی کر دیتی تو انہیں کوئی مار دی جاتی۔" (3) بھٹو کو پھانسی کی سزا دینے کا فیصلہ پاکستان سے باہر پہلے ہو چکا تھا۔ یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے الیکشن کے بعد اپوزیشن سے مذاکرات میں دیری کی اور مارشل لاء نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔

جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد بھٹو کو مری میں نظر بند کر دیا تھا۔ ستمبر 1977ء

میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ نواب محمد احمد خان "احمد رضا قصوری کے والد تھے جن کو ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ اقتدار میں قتل کیا گیا تھا۔ مسٹر قصوری کے مطابق ان کے والد کا قتل بھٹو کی ایما پر ہوا تھا۔ 18 مارچ 1978ء کو لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا۔ یہ فل بنچ چیف جسٹس مولوی مشتاق حسین، جسٹس ذکی الدین پال، جسٹس آفتاب حسین، جسٹس گلباز خان اور ایم ایس قریشی پر مشتمل تھا اور بنچ کی صدارت مولوی مشتاق حسین نے کی تھی۔ مولوی مشتاق حسین کی بھٹو سے دیرینہ عداوت تھی اور ان کے اپنے الفاظ میں جب انہیں سپریم کورٹ میں جسٹس کے عہدے کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے کہا "میں لاہور ہائی کورٹ میں رہوں گا تو بھٹو ایک نہ ایک دن میری عدالت میں ضرور آئے گا۔" (۴) مولوی صاحب کو بھٹو سے یہ شکوہ تھا کہ اس نے انہیں لاہور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس نہیں بنایا تھا۔ مولوی مشتاق حسین سے یہ پوچھا گیا کہ کیا بھٹو کو سزا انصاف کے مطابق دی گئی تو انہوں نے فرمایا "نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل کی فائل میں جو کچھ موجود ہے ان دستاویزات اور شہادتوں کے مطابق جو فیصلہ ممکن تھا وہ کر دیا گیا۔ بھٹو کو اس مقدمے میں بری ہونا چاہئے تھا۔ میں جج کی بجائے بھٹو کا وکیل ہوتا تو بھٹو باعزت بری ہو جاتے۔" (۵)

مولوی صاحب کے اپنے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے بھٹو کے فیصلے میں جانبداری سے کام لیا۔

جسٹس شیخ شوکت علی کے بقول بھٹو نے مولوی صاحب پر عدم اعتماد کیا تھا اس لئے مولوی صاحب کو اس کیس کی سماعت نہیں کرنا چاہئے تھی۔ "(۶) جیسے جسٹس جاوید اقبال نے بنچ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے لاہور کے ایک حلقے سے بھٹو مرحوم کے خلاف الیکشن لڑا تھا اور بھٹو نے انہیں شکست دی تھی۔ ریٹائرڈ چیف جسٹس خان بشیر الدین خان کی بھی یہی رائے تھی کہ مولوی صاحب کو یہ کیس مارشل لاء حکام کو خود ارسال کرنے دینا تھا۔" (۷)

ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف ملک کی سب سے اعلیٰ عدالت سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ سپریم کورٹ نے 9 رکنی بنچ تشکیل دیا۔ جب اپیل کی سماعت شروع ہوئی تو نو میں سے پانچ ججوں کا رجحان عدالت عالیہ لاہور کے فیصلے کو اپ ہولڈ (Uphold) رکھنے کا نہیں تھا۔ لیکن اپیل پر بحث طویل ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جج کی ٹرم ختم ہو گئی اور دوسرے کو عدالت نے ذہنی اور جسمانی معذوری کے باعث ریٹائر کر دیا گیا۔ پھر بھی جیوری متفقہ فیصلہ نہ دے سکی سات میں سے تین ججوں نے بھٹو مرحوم کو سزائے موت دینے کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور چار ججوں نے اپ ہولڈ کیا۔ یہ فیصلہ 4 فروری 1979ء کو دیا گیا تھا۔ (۸)

جب سپریم کورٹ آف پاکستان نے بھٹو کو سزائے موت دینے کے فیصلے کی توثیق کر دی تو پھر صرف صدر پاکستان ان کی یہ سزا ختم کر سکتے تھے لیکن بھٹو صاحب نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے رحم کی اپیل کرنے سے انکار کر دیا۔ بھٹو مرحوم نے کہا کہ "میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگوں گا کسی

سے رحم کی اپیل نہیں کروں گا۔ دنیا کے کئی ممالک کے سربراہان نے جنرل صاحب سے اپیل کی کہ ذوالفقار علی بھٹو کی سزا ختم کر دی جائے لیکن انہیں پتا تھا کہ اگر بھٹو زندہ رہا تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔ امریکہ کے صدر جمی کارٹر، چین کی کمیونسٹ پارٹی کے چیئرمین Hua-Kuo-feng روس کے صدر لیونڈ بریژنیف، فرانس کے صدر Valery Giscard Estaing برطانیہ کے وزیراعظم James Callaghan اور پوپ جان پال نے جنرل محمد ضیاء الحق سے رحم کی اپیل کی لیکن انہوں نے ان اپیلوں پر طنزاً کہا کہ تمام سیاستدان ایک سیاستدان کو بچانے کے لئے کہہ رہے ہیں لیکن کسی غیر سیاسی شخص نے ان کے لئے رحم کی اپیل نہیں کی۔" (۹)

4 اپریل 1979ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

ذوالفقار علی بھٹو بحیثیت مسلمان

ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں ہمارے علماء نے عجیب و غریب باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ بعض لوگ ان کا ہندوؤں سے نسبی تعلق بتاتے ہیں۔ ان کے والدین کے لادین ہونے کا پرچار کیا جاتا ہے کوثر نیازی بھٹو مرحوم کے والدین کے مذہبی رجحان کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ "ان کی ماں بھی ان کے والد بزرگوار کی طرح بڑی مذہبی خاتون تھیں۔ اور جیسا کہ پیلو مودی نے لکھا ہے۔

"سر شاہنواز بھٹو جن دنوں بمبئی میں مقیم تھے تو ان کا گھرانہ پکا مذہبی گھرانہ تھا اور یہ ماحول اس لئے پیدا ہوا تھا کہ جناب شاہنواز بھی اور ان کی بیگم صاحبہ بھی مذہبی فرائض بڑی پابندی سے ادا کرتیں۔"

"وہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتیں اور اس مقدس صحیفہ کو اسی انداز میں آنکھوں اور ہونٹوں سے لگاتیں جس انداز میں جناب بھٹو قرآن کا نذرانہ ملتے وقت اسے اپنے ہونٹوں اور آنکھوں سے لگایا کرتے تھے۔ یہ بات انہوں نے اپنی ماں سے سیکھی تھی۔" (۱۰)

جناب بھٹو کو اپنے والدین کی طرح اسلام سے بہت محبت تھی۔ اپنے سوشلسٹ نظریات کے باوجود انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں اسلام کو اولین اہمیت دی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے "پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔" (۱۱)

پاکستان کے اس نامور سپوت کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ ۔ دیار فرنگ کی کسی جامعہ میں سب سے پہلے پڑھانے کا اعزاز جناب ذوالفقار علی کو ہی حاصل ہوا۔ ان کا ذاتی ذخیرہ کتب بڑا ضخیم تھا۔ اس میں

دیگر کتب کے علاوہ مذہبی کتب کی بھی خاصی تعداد تھی۔ مولانا کوثر نیازی رقمطراز ہیں۔

"جناب بھٹو کی اس لائبریری میں خاصی تعداد مذہبی کتابوں کی بھی تھی۔ قرآن پاک کے متعدد نسخے اس لائبریری کی زینت ہیں جن میں مختلف زبانوں کے تراجم بھی شامل ہیں۔ یہ بات شاید بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جناب بھٹو کو مذہب سے خاصا لگاؤ تھا۔ انہوں نے قرآنی اور دینی مسائل پر مجھ سے اکثر بحثیں کی ہیں اور ان بحثوں کے دوران اسلام کے مختلف مکاتب فکر کے حوالے کچھ اس اعتماد کے ساتھ پیش کئے کہ مجھے یہ جان کر بہت حیرت ہوئی کہ ان کا مذہبی مطالعہ کس قدر وسیع ہے۔

وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ عقیدہ کی یہ پختگی ان کے خون میں شامل ہے۔ انہوں نے اسلامی نظریوں بالخصوص اسلام کے معاشی نظام کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔" (۱۲)

یہ انتہائی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا غدار جی ایم سید آج بھٹو کو کافر قرار دے رہا ہے۔ روزنامہ پاکستان کو ایک انٹرویو کے دوران عقیدۂ تناسخ کے قائل اس نام نہاد "مسلمان" نے حضرت قائد اعظم محمد علی جناح "حکیم الامت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال" اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کے متعلق جو نازیبا الفاظ کہے ہیں موجودہ حکومت کے سربراہ کے لئے محل فکریہ ہے جن کی مدحت میں وہ رطب اللسان ہے۔ کفر کے فتوے صادر کرنے والے جی ایم سید کو مسلمان کہلوانا پسند نہیں۔ (۱۳)

"بابائے قوم" شاعر مشرق اور بھٹو مرحوم کے متعلق ہرزہ سرائی کرنے والا یہ غدار وطن سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی تعریف کر رہا ہے اور ہمارے حکمران کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں معمار پاکستان اور حکیم الامت کے مسلمان ہونے کے ثبوت فراہم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کا ایمان ہر قسم کے شبہات سے بالاتر ہے۔ ان کے دل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق سے معمور تھے۔ ہندوؤں سے انہیں نفرت تھی لیکن جی ایم سید کو ہندوؤں سے محبت اور مسلمانان پاکستان سے شدید نفرت ہے۔ ان دونوں قائدین سے بھٹو مرحوم کا موازنہ ہرگز نہیں کیا جا سکتا' لیکن ان کو کافر کہنا انتہائی ذلالت ہے۔ 13 جون 1974ء کو انہوں نے اپنے خطاب میں کہا تھا

"میں مسلمان ہوں۔ مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ کلمہ کے ساتھ پیدا ہوا ہوں اور کلمہ کے ساتھ مروں گا۔" (۱۴)

مولانا کوثر نیازی ان کے مذہبی جذبے "عشق رسول ﷺ اور مطالعہ اسلام" کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"مذہبی طور پر وہ صد درجہ شدید جذبات رکھتے تھے۔ رسول خدا حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک سے ان کا لگاؤ ان کے ہر قریبی ساتھی کے علم میں ہے۔ جب وہ عمرہ کے لئے گئے تو روضہ مبارک پر جس طرح رو رہے تھے قریب سے دیکھنے والوں کی رائے ہے کہ اپنے تمام رفقاء میں سب سے زیادہ وہی متاثر نظر

آ رہے تھے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ رسول خدا (ﷺ) کو بطور ایک تاریخ ساز انسان کے بھی اپنا سب سے بڑا ہیرو سمجھتے تھے۔ اسلام کے موضوع پر بھی انہوں نے نہ صرف مستشرقین کی کتابیں پڑھی تھیں بلکہ خود پاکستان اور دنیائے اسلام کے نامور اہل قلم کی کتابیں بھی ان کے زیر مطالعہ رہتیں۔" (۱۵)

جناب ذوالفقار علی بھٹو

(1) کوثر نیازی۔ اور لائن کٹ گئی۔ ص 72۔ جنگ پبلشرز لاہور۔
(2) ایضاً۔ ص 199۔
(3) روزنامہ "پاکستان" لاہور۔ جولائی 1992ء۔
(4) ماہنامہ "مومن ڈائجسٹ" لاہور۔ مولوی مشتاق نمبر۔ ص 124۔
(5) ایضاً۔ ص 126۔
(6) ایضاً۔ ص 156۔
(7) ایضاً۔ ص 166
(8) 1 Facts on File - 1974 - Page 821
(9) ایضاً۔
(10) کوثر نیازی۔ ذوالفقار علی بھٹو۔ ص 234۔ جنگ پبلشرز لاہور
(11) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ 8، ستمبر 1974ء
(12) کوثر نیازی۔ ذوالفقار علی بھٹو۔ ص 235۔
(13) روزنامہ "پاکستان" لاہور۔ 25، جولائی 1992ء۔
(14) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ 14، جون 1974ء۔
(15) کوثر نیازی۔ ذوالفقار علی بھٹو۔ ص 249۔

باب ہشتم

تحریکِ ختمِ نبوت 1953ء

1953ء کی تحریک مرزائیت کے خلاف سب سے بڑی تحریک تھی۔ اس کا 1974ء کی تحریک سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ آغا شورش کاشمیری لکھتے ہیں کہ یہ تحریک تھی جس میں!

1 مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متحد ہو کر احتجاج کیا۔
2 حکومت نے مسلمانوں کی متفقہ آواز کو ٹھکرا کر اس سے ٹکر لی۔
3 پنجاب میں پولیس کا نظام شل ہو گیا۔ صوبائی سیکرٹریٹ کا ماتحت عملہ خوفناک حکومتی تشدد کے خلاف تحریک میں احتجاجاً شامل ہو گیا۔ اس کے علاوہ لاہور میں ریلوے، ٹیلی گراف اور ٹیلی فون کے عملہ نے بھی ہڑتال کی۔
4 اکثر اضلاع کی انتظامیہ بے بس ہو گئی۔
5 حکومت نے پاکستان کی بہادر فوج کو اپنی ہی قوم کے خلاف استعمال کیا۔
6 فوج نے مارشل لاء کی شدت کو بے جا استعمال کیا۔
7 ان علماء کو جو تحریک میں شامل تھے ایک منتقمانہ ذہن کے ساتھ بہیمانہ سلوک کا مستحق گردانا گیا۔
8 مسلمانوں کی ایک ڈار جیل میں بند کر دی گئی۔ بہت سے مسلمان، پولیس اور فوج نے سرعام شہید کئے۔
9 بعض پولیس افسر جو گنہگار راتیں گزارنے کے عادی تھے، انہوں نے مسلمانوں کو سرعام

گولیوں سے بھون ڈالا اور ان کی لاشوں کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا۔

10 مرزائیوں نے اپنی جیپوں اور کاروں میں سوار ہو کر بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا۔

11 مرزائیوں کو ہر عنوان سے تحفظ دیا گیا۔

12 سب سے افسوسناک تحقیقاتی عدالت کا وہ ڈرامہ تھا جو پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر کی صدارت میں کھیلا گیا۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت کے آغاز سے قبل تمام مکاتب فکر کے علماء کا ایک کنونشن برکت علی اسلامیہ ہال میں ہوا۔ یہ کنونشن سرکاری مسودہ آئین میں مسلمان کی تعریف نہ پاکر بلایا گیا تھا 13 جولائی 1952ء کا یہ ذکر ہے۔ اس کنونشن میں چودھری ظفر اللہ خان کی سابقہ ہفوات کیا گیا۔ اس اجلاس میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف خصوصی طور پر شریک ہوئے اور انہوں نے غیرت ایمانی کے جوش میں یہاں تک فرما دیا کہ یہ مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہو گا۔ آپ مجھے حکم دیں میں قادیانیوں سے نپٹ لوں گا اور چند دنوں میں ربوہ کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دوں گا۔ حضرت خواجہ صاحب کی تقریر سے علماء کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔

اس مرکزی کنونشن میں یہ تین مطالبات مرتب کئے گئے

1 سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹا دیا جائے کیونکہ وہ اپنے اس مذہبی عقیدے کا خود اقرار کر چکے ہیں کہ برطانوی حکومت سے وفاداری ان کے دین و ایمان میں داخل ہے اور جو شخص کسی غیر مملکت سے شرعی وفاداری اپنے ایمان میں داخل سمجھتا ہے وہ پاکستان کی آزاد مملکت میں وزارت خارجہ جیسے اہم عہدے پر متمکن رہنے کا ہرگز اہل نہیں ہے۔ (۱)

2 کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ ہر مسئلہ میں جناب خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم نہ کرے اور حضور سرور کائنات ﷺ کی تعلیمات میں سے کسی کی تفسیر، تعبیر یا تاویل کا سوال پیدا ہو تو مسلمانوں کے کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی کو اپنے لئے ضروری نہ سمجھے۔ پاکستان اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ یہاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خاطر ایک وطن قائم کیا جائے۔ لہٰذا جو لوگ پاکستان میں رہنا چاہیں لیکن خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو کسی مسئلے میں آخری حجت تسلیم نہ کریں یا حضور ﷺ کی تعلیم کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت کے رائے کی پابندی نہ کریں۔ انہیں آئین پاکستان کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہئے۔

3 پاکستان بن جانے کے بعد یہاں سب سے بڑا مسئلہ حکومت کو اسلامی تعلیمات کے ماتحت لانے کا ہے۔ حکومت صرف وزارت کا نام نہیں بلکہ اس میں سرکاری ملازمین کو بھی بڑا دخل حاصل ہے۔ لہٰذا جب تک پاکستان میں سرکاری محکموں کی کلیدی اسامیوں پر صرف ان سرکاری ملازمین کو مقرر نہیں کیا جاتا جو ہر مسئلے میں خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کریں اور حضور ﷺ کی تعلیم کی تاویل میں

مسلمانوں کی کثرت رائے کی پابندی اپنا ایمانی اور مذہبی فرض سمجھیں تب تک پاکستان کو اسلامی مملکت نہیں بنایا جا سکتا۔ (۱)

اس کنونشن میں سید ناصر علی شاہ قدس سرہ العزیز کے فرزند ارجمند حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب نے بھی شرکت کی۔ (2) تمام پارٹیوں سے متعلقہ مسلمانوں اور علماء کی ایک جنرل کونسل بنائی گئی۔ پندرہ ارکان پر مشتمل مجلس عمل قائم کی گئی جس میں درج ذیل نام شامل تھے۔

(1) سید عطاء اللہ شاہ بخاری
(2) مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
(3) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
(4) مولانا عبدالحامد بدایونی
(5) حافظ کفایت حسین
(6) پیر صاحب سرسینہ شریف مشرقی پاکستان
(7) مولانا احتشام الحق تھانوی
(8) مولانا محمد یوسف کلکتوی
(9) پیر غلام مجدد سرہندی
(10) مولانا نور الحسن
(11) ماسٹر تاج الدین انصاری
(12) مولانا اختر علی خان
(13) مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ
(14) سید مظفر علی شمسی
(15) حاجی محمد امین سرحدی

فیصلہ یہ ہوا کہ پانچ رضا کار مطالبات کے جھنڈے اٹھا کر وزیر اعظم کی کوٹھی پر جائیں اور پر امن رہ کر لگاتار مظاہرہ کریں۔ اسی قسم کا مظاہرہ گورنر جنرل ہاؤس پر کیا جائے اور عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ رضا کاروں کے ساتھ بالکل نہ جائیں۔ (۴) مولانا ابوالحسنات کو ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین سے آخری دفعہ 22 فروری کو ملاقات لیکن خواجہ صاحب نے دو ٹوک جواب دے دیا 26 فروری کو اس صورت حال پر غور کرنے کے لئے کراچی میں مجلس عمل کا ایک اجلاس ہوا اور اس میں راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔

علمائے کرام کی گرفتاری

26 اور 27 فروری 1953ء کی درمیانی رات کو حکومت نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات قادری، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا لال حسین اختر اور سید مظفر علی شمسی کو بعض دوسرے رفقاء سمیت کراچی میں گرفتار کر لیا۔ اس سے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ پنجاب آگ بگولا ہو گیا۔ تمام صوبہ میں تحریک کے نمایاں رہنما اور معروف کارکن بھی اسی رات پکڑ لئے گئے۔ ملک بھر میں جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ادھر حکومت نے بھی کمر کس لی اور رسول عربی ﷺ کے دین کا نام لے کر حاصل کئے جانے والے ملک میں ان کی ناموس کے محافظوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ ابھی

چارج اور آنسو گیس کا استعمال بڑی بے دردی سے کیا گیا اور وسیع پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ (۹)

پاکستان کے 33 علماء کا مطالبۂ ترمیم

1953ء میں پاکستان کے دستور پر غور کرنے کے لئے تمام مکاتبِ فکر کے مسلمہ نمائندہ علماء کا جو مشہور اجتماع ہوا۔ اس میں ایک ترمیم یہ بھی تھی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب اسمبلی میں ان کے لئے ایک نشست مخصوص کر دی جائے اور دوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لئے کھڑے ہونے اور ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔ اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا۔

ترمیم

"یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے۔ جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لئے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پرواہ ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بناء پر دستور بنانے لگیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی ہے وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ان کے پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہئے جنہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس ہی نہ کیا۔ جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلودہ نہ ہو گیا۔ جو دستور ساز حضرات اس ملک کے رہنے والے ہیں ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ موجود ہے۔ جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہیں اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا۔) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔" (۸)

تحریک کا مرکز

ان حالات میں لاہور کی مسجد وزیر خان میں مولانا عبد الستار خان نیازی نے تحریک کا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا اور وہاں سے تحریک کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ مثبت نعرے لگائیں اور تصادم سے گریز کریں۔ (۶)

ڈی ایس پی کا قتل

پولیس اور لوگوں کے درمیان مڈبھیڑ ناگزیر تھی۔ کئی جگہ پر بام تمام محافظین اور عشاق مصطفی (ﷺ) میں تصادم ہوا۔ سید فردوس شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سٹی کو لوگوں کو مسجد وزیر خان سے باہر اہانت قرآن کے الزام میں لوگوں نے قتل کر دیا۔ اس نے پاؤں سے قرآن پاک کو ٹھوکر لگائی تھی۔ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور اس کے علاوہ بعض دیگر پولیس آفیسر بھی زخمی ہوئے اور ان سے ریوالور اور بندوقیں چھین لی گئیں۔ کئی جگہ گولی چلائی گئی اسی رات کرفیو نافذ کر دیا گیا لیکن رات بھر شہر ہنگامہ زار بنا رہا۔ (۵)

پولیس کا تشدد

4 مارچ 1953ء کو مولانا عبد الستار خان نیازی نے ایک قرارداد پاس کرائی کہ جن لوگوں نے ڈی ایس پی فردوس شاہ کو قتل کیا ہے انہوں نے بُرا کیا ہے اور وہ ہمارے آدمی نہیں ہیں وہ حکومت کے آدمی ہیں اور اس تحریک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرارداد پاس ہو گئی لیکن 5 مارچ کو پولیس نے بے تحاشہ فائرنگ کی۔ دہلی دروازے کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ ان کو باری باری گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ (۵) ایک جیپ میں سے قادیانیوں نے راہ چلتے اکا دکا مسلمانوں پر فائر کیا۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے ایک آدھ قادیانی کو مار دیا۔ کچھ اومنی بسیں جلا دیں۔ اس طرح دو پوسٹ آفس لٹ گئے۔ پھر انہیں جلا دیا گیا۔ غرض پولیس نے عوام کو اس درجہ برافروختہ کیا کہ پورا شہر الاؤ کی طرح بھڑک اٹھا۔ پولیس عضو معطل ہو کر رہ گئی۔ اس صورت حال کے پیش نظر گورنر نے بعض عوامی نمائندوں کو بلا کر مشاورت کی۔ ان میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودی بھی تھے۔ انہوں نے امن عامہ کی بحالی کے لئے جو مسودہ تیار کیا وہ مسودہ گورنر اور وزیر اعلیٰ نے منظور نہ کیا۔ صوبائی سیکرٹریٹ کے عملے نے ہڑتال کر دی۔ ریلوے بھی ہڑتال میں شامل ہو گیا۔ سب سے زیادہ نقصان گوالمنڈی کے علاقے میں ہوا کہ وہاں ایک قادیانی اے ایس آئی عبد الکریم نے بعض آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ ملک خان بہادر پولیس سپرنٹنڈنٹ

کانسٹیبلری نے بھی دو آدمی بلا وجہ شہید کر ڈالے۔ چھ مارچ کو صورت حال بالکل بے قابو ہو گئی۔ سیکرٹریٹ کے عملے نے مطالبہ کیا کہ فائرنگ بند کرو۔ گورنر ہاؤس کی بجلی کاٹ دی گئی۔ فون ناکارہ کر دیئے گئے۔ ادھر انار کلی کی بعض دکانیں آگ کی نذر ہونے لگیں۔ لاہور سٹی کوتوالی کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ریلوے کے ملازموں نے انجن شیڈ پر قبضہ کر لیا۔ لاہور اور مغل پورہ کے درمیان ریلوے پٹڑی اکھاڑ دی گئی۔ کئی جگہ ٹریفک سگنل توڑ دیئے گئے۔ صورت حال اس انتہا کو پہنچ گئی کہ پورا انتظام معطل ہو گیا۔ (۱۵)

مارشل لاء کا نفاذ

جب صورت حال کنٹرول سے باہر ہو گئی تو اسی رات ڈیڑھ بجے مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور ظلم کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

گرفتاریاں

مارشل لاء کے نفاذ کے بعد گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان گرفتار شدگان کی سماعت کے لئے فوجی عدالتیں قائم کی گئیں۔ فوج نے بے شمار لوگ گرفتار کر لئے۔ حتیٰ کہ مولانا مودودی کو بھی پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد علی کاندھلوی اور مولانا محمد اسماعیل کو بھی قید کر دیا گیا مولانا عبدالستار خان نیازی کو قصور سے ملٹری نے گرفتار کیا۔ مارشل لاء کے دوران قادیانی افسروں نے مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر دی۔ لاہور چھاؤنی کے ایک قادیانی آفیسر نے گولیوں کی بوچھاڑ کی لیکن گولی کھانے والوں نے استقلال استقامت اور کردار کی پختگی کا ثبوت دیا۔ ایک نوجوان ملٹری ہسپتال میں زخموں سے چور بے ہوش پڑا تھا۔ جب اسے قدرے ہوش آیا تو اس نے پہلا سوال سرجن سے یہ کیا کہ کیا میرے چہرے پر کسی خوف یا اضمحلال کے نشان تو نہیں ہیں۔ جب اسے کہا گیا کہ نہیں تو اس کا چہرہ فخر و مسرت سے دمک اٹھا۔ (۱۶)

پھانسی کا حکم

مارشل لاء حکام نے تین علماء کو پھانسی کی سزا سنائی۔ ان میں مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سید خلیل احمد قادری اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی شامل تھے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی

مولانا عبدالستار خان نیازی کا کیس ملٹری کورٹ میں چلایا گیا۔ 7 مئی کو صبح نو بجے انہیں اسپیشل ملٹری کورٹ میں بلایا گیا۔ اس کمرے میں قتل کے کیس کے ملزم بھی تھے۔ مگر فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا۔ ان کے خلاف دوسرا کیس بغاوت کا تھا۔ پہلے کیس میں انہیں بری کر دیا گیا مگر دوسرے کیس کے متعلق انہوں نے مولانا کو ایک آرڈر پڑھ کر سنایا۔

"You will be hanged by neck till you are dead."

یعنی تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت واقع نہ ہو جائے۔ اس کے بعد مولانا نیازی سے اس آرڈر پر دستخط کرائے گئے۔ اس وقت ان کے کیا احساسات تھے ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ "جب میں نے موت کا یہ پیغام سنا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور مجھے سورۃ ملک کی یہ آیت یاد آگئی"

خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملا

میں نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت و حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لئے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ اس وقت یہ شعر زبان پر آ گیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

اس شعر نے میری ایسی ہمت بندھائی کہ مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی میں اس شعر کو پڑھتا تھا اور کمرے میں جھومتا پھرتا تھا۔"

بعد میں پھانسی کا حکم 14 سال کی سزائے قید میں تبدیل ہو گیا۔ 23 مارچ 1953ء کو انہیں گرفتار کیا گیا تھا اور 29 اپریل 1955ء کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ اس طرح وہ دو سال ایک ماہ اور چھ دن وہ پس دیوار زنداں رہے۔ (۱۷)

مولانا سید خلیل احمد قادری

مولانا سید خلیل احمد قادری کو 19 مارچ 1953ء کو مسجد وزیر خان سے گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں شاہی قلعے میں لے جا کر ان پر تشدد کیا گیا۔ ان کی تقریروں کی بنیاد پر ان پر بھی بغاوت کا کیس بنایا گیا۔ انہیں معافی مانگنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ آخر کار انہیں پھانسی کا حکم

سنایا گیا۔ بعد میں یہ سزا ختم کر کے 14 سال قید کا حکم سنایا گیا۔ مزید بعد میں یہ مدت سات سال کر دی گئی۔ (2)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

مولانا مودودیؒ کو 28 مارچ 1953ء کو گرفتار کیا گیا اور انھیں شاہی قلعہ لاہور میں 35 روز تک رکھا گیا۔ پھر انھیں لاہور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ مولانا کے خلاف مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 8 اور تعزیرات کی دفعہ 153 الف کے تحت مقدمہ چلایا گیا کہ انھوں نے "قادیانی مسئلہ" نامی پمفلٹ لکھا جو مارشل لاء سے ایک دو روز پہلے چھپ چکا تھا اور مارشل لاء کے پورے زمانے میں شائع ہوتا رہا۔ انھیں 11 مئی کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ 14 مئی کو موت کی سزا عمر قید میں بدل دی گئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

1 — شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص 132۔ مطبوعات چٹان لاہور
2 — ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور دسمبر 1974ء۔ ص 88-87 / ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی۔ اگست/ستمبر 1974ء (ختم نبوت نمبر) ص 84-83
3 — تحریک ختم نبوت۔ ص 91
4 — شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص 133
5 — ایضاً
6 — قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف۔ ص 102-100 مکتبہ امدادیہ۔ ملتان
7 — ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ۔ دسمبر 1974ء۔ ص 89-88
8 — شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص 134
9 — ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی۔ ختم نبوت نمبر۔ 1972ء۔ ص 87
10 — شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت۔ ص 5-134۔ مطبوعات چٹان لاہور
11 — ایضاً۔ ص 137
12 — ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ۔ دسمبر 1974ء۔ ص 2-90
13 — ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی (ختم نبوت نمبر) 1972ء۔ ص 78
14 — شورش کاشمیری۔ تحریک ختم نبوت ص 148

باب نہم

آزاد کشمیر اسمبلی کا فیصلہ

عاشقان رسول ﷺ شروع سے ہی یہ چاہتے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انھیں پاکستان میں وہی حقوق دیئے جائیں جو دیگر اقلیتوں کو حاصل ہیں۔ عوام الناس کی تو یہ خواہش تھی لیکن حکومت کے زعماء اور اراکین قومی اسمبلی نے اس مسئلے پر کبھی نہ سوچا تھا 1973ء میں اس پر سب سے پہلے آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے غور کیا۔ 28 اپریل 1973ء کو اسمبلی میں جناب الحاج میجر محمد ایوب صاحب نے درج ذیل قرارداد پیش کی۔

"قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انھیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کیا جائے۔ ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع قرار دی جائے۔"

جب یہ قرارداد اسمبلی میں پیش ہوئی تو آزاد کشمیر اسمبلی کے معزز ارکان نے اس نازک مسئلے کی اہمیت کو سمجھا اور قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ 24 مئی 1973ء کو جناب سردار عبدالقیوم خان صدر اسلامی جمہوری حکومت آزاد کشمیر نے اس بل پر دستخط کر دیئے۔ (۱)

میجر صاحب نے اپنی قرارداد پر دلائل دیتے ہوئے آئین پاکستان کے صفحہ 114 پر درج شدہ صدر مملکت اور وزیر اعظم کے مجوزہ حلف نامے بھی پڑھ کر سنائے اور کہا " آئین میں ان دونوں سربراہوں کے لیے مسلمان ہونا لازم قرار دیا گیا ہے اور ان حلف ناموں کے ضمن میں مسلمان کی جامع تعریف بھی

شامل کر دی گئی ہے اس کے مطابق حلف اٹھانے والا یہ اقرار کرتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا چونکہ احمدی اس کے منکر ہیں اس لئے کافر ہیں۔ (2)

مرزا ناصر کا ردِ عمل

جب آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا اور صدر صاحب نے بھی اس کی توثیق فرما دی تو مرزا ناصر احمد قادیانی خلیفہ ثالث بڑے سیخ پا ہوئے۔ انہوں نے ایک پمفلٹ بعنوان "امام جماعت احمدیہ کا آزاد کشمیر کی قرارداد پر تبصرہ" شائع کر کے اپنے غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ اس کتابچے میں انہوں نے نہ صرف آزاد کشمیر اسمبلی کے ارکان پر غصہ اتارا بلکہ حکومت پاکستان کو بھی دھمکیاں دیں۔ اس میں مرزا ناصر نے اپنے دادا آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان میں یہ پیش گوئی بھی رقم فرمائی "اس قسم کے فساد (قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے) کے نتیجے میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔" (3)

لیکن یہ مرزا ناصر صاحب کی خام خیالی تھی۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان آج بھی قائم و دائم ہے اور انشاءاللہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

آزاد کشمیر اسمبلی کی مندرجہ بالا قرارداد کی منظوری کے بعد قادیانیوں کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ انہیں کسی وقت بھی حکومت پاکستان غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل پاس کر سکتی ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور طرح طرح کے گھناؤنے منصوبے بنا کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

حوالہ جات

آزاد کشمیر اسمبلی کا فیصلہ

(1) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 25 مئی 1973ء۔
(2) ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ، مارچ اپریل 1975ء، ص 49۔
(3) امام جماعت احمدیہ، آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ، ص 4، مطبوعہ ربوہ۔

باب دہم

تحریکِ ختمِ نبوت 1974ء کا آغاز

سانحۂ ربوہ

چنیوٹ سے چند فرلانگ آگے لاہور سرگودھا روڈ کے کنارے پہاڑوں کے دامن میں ایک معروف قصبہ "ربوہ" واقع ہے۔ پاکستان میں یہ قادیانیوں کا مرکز ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے بیان کے مطابق چونکہ قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے (1) اس لئے اس کی نشوونما بھی فرنگی نے اپنے ہاتھوں سے کی ہے۔ ربوہ کی 1033 ایکڑ سات کنال آٹھ مرلے اراضی انگریز گورنر سر فرانسس موڈی کی خاص دلچسپی سے احمدی جماعت کو عطا کی گئی۔ ایک آنہ فی مرلہ میں سودا طے ہوا تھا (2) یہ 14 ستمبر 1948ء قائداعظم کے سانحہ ارتحال سے فقط تین یوم بعد کی بات ہے جب باقاعدہ ربوہ میں آباد کاری شروع ہوئی۔ 1974ء تک اس شہر میں کسی غیر احمدی کو یہاں زمین یا مکان خریدنے کی بالکل اجازت نہ تھی۔ نیز وہاں کے جماعتی حکام کی اجازت خاص کے بغیر قیام بھی قانونی جرم تھا۔ دراصل ربوہ ایک مرزائی سٹیٹ کا نام تھا جہاں احمدی جماعت کی سیاسی تنظیم نے حکومت پاکستان کے مقابلے میں ایک متوازی نظام حکومت قائم کر رکھا تھا۔ جماعت کا لیڈر "امیر المومنین" کہلاتا تھا۔ اس کے تحت مرزائی اسٹیٹ کی باقاعدہ نظارتیں قائم تھیں۔ نظارت امور داخلہ، نظارت امور خارجہ، نظارت نشر و اشاعت، نظارت امور عامہ، یہ نظارتیں کسی ریاست یا سلطنت کے نظام حکومت کے مختلف وزارتوں کی طرح کام کر رہی تھیں۔ اس نظام حکومت میں خدام الاحمدیہ کے نام سے ایک دفاعی نظام بھی قائم کیا گیا تھا۔ خدام الاحمدیہ کی "فرقان بٹالین" میں سابق سپاہی اور افسر شامل تھے۔ (3)

آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر اس جماعت کے ہیڈ کوارٹر ربوہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ امن عامہ کو تباہ کیا جائے اور خانہ جنگی میں حکومت کو الجھا دیا جائے تاکہ حکومت پاکستان قادیانیوں سے متعلق کسی بل پر غور نہ کر سکے۔ 22 مئی 1984ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء نے ربوہ ریلوے سٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے۔ قادیانی امت کو یہ بات گراں گزری۔ 28 مئی 1974ء کو جب یہ 160 طلبہ سفر سے واپس ہو رہے تھے تو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ربوہ ریلوے سٹیشن پر ان پر حملہ کر دیا گیا۔ حملہ آوروں میں قادیانی طلباء، دوکاندار اور ربوہ کے عام شہری شامل تھے۔ سبھی طلباء کو زدوکوب کیا گیا۔ تیس طلباء شدید زخمی ہوئے۔ ریل گاڑی بلا ضابطہ روک کر یہ ساری کارروائی کی گئی۔ اس واقعہ کا بڑا شدید رد عمل ہوا۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں ہڑتالوں اور پرجوش مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ متعدد مکانات اور دوکانیں نذر آتش کر دی گئیں۔ فائرنگ سے کئی افراد زخمی ہو گئے۔ مختلف شہروں میں قادیانیوں کے خلاف مظاہروں پر قابو پانے کے لئے پولیس کو لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کرنا پڑا۔ (4)

اپوزیشن کا مطالبہ

اپوزیشن کی تینوں مذہبی جماعتیں جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی پہلے ہی ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تھیں اور ان کی سوشلسٹ پالیسیوں کو خلاف اسلام سمجھتی تھیں۔ جب قادیانیوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو انہوں نے بڑی شدت سے بھٹو حکومت کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور ربوہ اسٹیشن پر ہونے والے واقعہ کی مذمت کی۔ گجرات میں 31 مئی 1974ء کے دن جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر سید محمود شاہ نے مرزائیت کے خلاف جلوس نکالا اور اختتام پر جلوس سے خطاب کیا۔ وزیر آباد میں مفتی عبدالشکور ہزاروی اور میانوالی میں صاحبزادہ جمال الدین کاظمی نے بھی جلسوں سے خطاب کیا۔ (5) جماعت اسلامی کے میاں محمد طفیل نے مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو سیاسی جماعت قرار دے کر اس پر پابندی لگا دی جائے۔ مسلم لیگ کے سید مردان علی شاہ پیر پگاڑا نے اپنے اخباری بیان میں کہا کہ قادیانی فرقہ کو اقلیت قرار دے کر واقعہ ربوہ کے ملزموں کو سخت سزا دی جائے۔ انہوں نے حکومت کو خبردار کیا کہ واقعہ ربوہ کے نتائج بہت خطرناک ہو سکتے ہیں۔ (6)

29 مئی 1974ء کے دن ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر حملہ کر کے قادیانیوں نے ثابت کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں اور ربوہ ان کی اسٹیٹ ہے جہاں حضور سید المرسلین ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ ان طلباء کا گناہ صرف یہ تھا کہ انہوں نے

ختم نبوت کا نعرہ لگایا اور ایک مرزائی سے یہ سوال پوچھا "کیا ربوہ میں جنت واقعی موجود ہے؟" (7) اس سوال پر مشتعل ہونے اور پتھراؤ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سانحہ پر پاکستان کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اس واقعے کے مجرموں کو سزا دینے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر دیا۔ اپوزیشن نے اسے سنہری موقع سمجھ کر بھٹو حکومت کو مطعون کرنا شروع کر دیا۔ ———— اندرون شیرانوالہ منعقد ہونے والے کل پاکستان مشائخ کنونشن نے حکومت کو نوٹس بھیجا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی اسامیوں سے برطرف کیا جائے۔ (8)

14 جون 1974ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کی حمایت میں پورے ملک میں ہڑتال ہوئی۔ راولپنڈی، اسلام آباد اور گجرات میں 27 ممتاز علماء کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار ہونے والوں میں سید محمود شاہ گجراتی بھی شامل تھے۔ (9) مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو فوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ آہستہ آہستہ اپوزیشن کی تمام جماعتیں اس مطالبہ میں ہم آواز ہو گئیں اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی گئی جس کے صدر مولانا محمد یوسف بنوری اور سیکرٹری سید محمود احمد رضوی نامزد ہوئے۔ (10)

سانحہ ربوہ اور بھٹو حکومت

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے واقعہ ربوہ پر قادیانیوں سے کسی قسم کی رعایت نہیں برتی۔ اس کی تفتیش کرائم برانچ کے سپرد کی گئی۔ (11) اور لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس صمدانی پر مشتمل ٹریبونل سے واقعہ کی تحقیقات کرائیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ حنیف رامے نے کہا کہ تحقیقاتی رپورٹ کی روشنی میں واقعہ ربوہ کے کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ (12) جب حکومت نے جماعت احمدیہ کے امیر مرزا ناصر احمد کو شامل تفتیش کرنے اور ربوہ میں غیر احمدی سرکاری ملازم متعین کرنے کا اعلان کیا (13) تو مرزا صاحب بڑے سیخ پا ہوئے اور حکومت پر یہ الزام لگایا کہ قادیانیوں کے خلاف فسادات بھٹو پارٹی نے کرائے ہیں۔ حکمران جماعت اپنی بگڑی ہوئی ساکھ بحال کرنا چاہتی ہے۔ (14) اسی اثنا میں مرحوم وزیر اعظم نے کہا "حکومت ختم نبوت پر مکمل ایمان رکھتی ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حتمی طور پر حل کیا جا چکا ہے۔ میں نے جو حلف اٹھایا تھا اس میں ختم نبوت پر ایمان کا اظہار شامل تھا۔ سانحہ ربوہ پر سنجیدگی اور ذمہ داری کا ثبوت دیا جائے۔ واقعہ سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔" (15) وزیر مواصلات ڈاکٹر صادق صمی نے کہا کہ وزیر اعظم بھٹو اسلام کے اصولوں کے مطابق قادیانی مسئلہ حل کر دیں گے۔ (16) 11 جون 1974ء کو قادیانی مسئلہ پر علماء سے مشورہ کرنے کی غرض سے وزیر اعظم بھٹو

نے ممتاز دینی و سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ ملاقات کرنے والوں میں شورش کاشمیری بھی شامل تھے۔ (۱۱) 13 جون 1974ء کو بھٹو مرحوم نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا اور قادیانی مسئلہ اسمبلی کے اجلاس میں پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ 20 جون کو بھٹو نے کہا کہ حکومت قادیانیوں کے مسئلے کو مستقل طور پر حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔" (۱۲) 20 اگست 1974ء کو قومی اسمبلی اور سینٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل منظور کر لیا۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام

9 جون 1974ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ملک میں مختلف سیاسی و دینی جماعتوں کے کل جماعتی کنونشن میں مرکزی مجلس عمل قائم کی گئی۔ کل پاکستان مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت میں مختلف جماعتوں کے حسب ذیل نمائندے شریک ہوئے۔ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کے مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا تاج محمود 'جمعیت علمائے پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی 'جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمود اور مولانا عبید اللہ انور ' جماعت اسلامی کے پروفیسر غفور احمد اور چوہدری غلام جیلانی 'نیشنل عوامی پارٹی کے ارباب سکندر خان خلیل اور امیرزادہ خان ' پاکستان جمہوری پارٹی کے نوابزادہ نصر اللہ خاں اور رانا ظفر اللہ خان 'قومی اسمبلی آزاد گروپ کے مولانا ظفر احمد انصاری 'قادیانی محاسبہ کمیٹی کے آغا شورش کاشمیری اور علامہ احسان الٰہی ظہیر 'حزب الاحناف کے سید مولانا محمود احمد رضوی اور صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی 'تنظیم اہل سنت والجماعت کے مولانا نور الحسن شاہ بخاری اور مولانا عبدالستار تونسوی 'مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے مولانا غلام علی اوکاڑوی اور مولانا سید حسن الدین 'اشاعت توحید و سنت کے مولانا غلام اللہ خاں اور سید عنایت اللہ شاہ بخاری 'تبلیغی جماعت کے مولانا مفتی زین العابدین 'جمعیت اہل حدیث کے حافظ عبد القادر روپڑی اور مولانا محمد صدیق 'اہل حدیث کے دوسرے گروپ کے شیخ محمد اشرف اور میاں فضل الحق 'شیعہ جمعیت علماء کے مولانا محمد اسماعیل 'ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کے سید مظفر علی شمسی 'مجلس احرار اسلام کے مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر غفاری اور چوہدری ثناء اللہ بھٹہ نے شرکت کی۔ جمعیت طلباء اسلام 'اے پی آئی اور ایم ایس ایف کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

مولانا عبدالستار خان نیازی

جمعیت علمائے پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالستار خان نے ایک پریس کانفرنس میں کنونشن کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ 1953ء کے مقابلے میں آج کا کنونشن اس لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے کہ اس میں دینی جماعتوں کے علاوہ ملک بھر سے سیاسی جماعتوں کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ نیشنل عوامی پارٹی جیسی جماعت نے بھی کنونشن میں شریک ہو کر ہمارے مطالبات کی حمایت کی ہے۔ آل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر مولانا محمد یوسف بنوری کو مرکزی مجلس عمل کا کنوینر مقرر کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالستار نیازی نے کہا کہ کنونشن کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس نے ملک میں تخریبی کارروائیوں پر ناپسندیدگی ظاہر کی ہے اور ہر قیمت پر امن و امان قائم رکھنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ حکومت سے بات چیت کے لئے مجلس عمل کی آمادگی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "سر دست ہمارا تصادم حکومت سے نہیں۔ ہماری حتی الوسع یہ کوشش ہوگی کہ حکومت کو یہ کہنے کا موقع نہ دیا جائے کہ مجلس اپنے مطالبات منوانے کے لئے تشدد پر اتر آئی ہے۔ یہ اس وقت سوچا جائے گا جب حکومت فریق بن کر ہمارے مقابلے میں آئے گی۔ ہم حکومت کو انتباہ کرتے ہیں کہ اگر اس نے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو تسلیم نہ کیا تو ہم اسے بھی باغیان ختم نبوت کے زمرے میں شمار کریں گے اور اس کے کسی حکم کو ماننے کے پابند نہ ہوں گے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی نے مجلس عمل کے مطالبات کو نظریۂ پاکستان کے تحفظ 'ملکی سالمیت' استحکام اور بقاء کے لئے ضروری قرار دیتے ہوئے الزام لگایا کہ مرزائیوں کی ملک سے وفاداری مشکوک ہے۔ ان کی وجہ سے پٹھان کوٹ ہندوستان کے حوالے ہوا اور کشمیر کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ وہ آج بھی ہندوستان اور پاکستان کو دوبارہ ایک کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اب جبکہ نظریۂ ختم نبوت ملکی آئین میں شامل کیا جا چکا ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ صدر اور وزیر اعظم کے مقدس حلف کے مطابق اس فرقے کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خان کے لندن کے حالیہ بیان پر بھی نکتہ چینی کی اور کہا کہ وہ پاکستان کے داخلی مسئلے میں عالمی رائے عامہ کو مداخلت کی دعوت دے رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا فرقہ ایک بین الاقوامی گروہ ہے۔

مولانا عبداللہ درخواستی

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے اعلان کیا ہے کہ اسلامیان پاکستان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم المرسلینی کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ حضرت درخواستی تحفظ ختم نبوت مجلس عمل کے قیام کے لئے منعقد ہونے والے کل جماعتی اجلاس کے موقع پر جامع مسجد شیرانوالہ میں نماز عصر کے بعد ایک عام اجتماع سے خطاب فرمارہے تھے۔

مولانا درخواستی نے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ آگے بڑھیں اور اسلام دشمن قوتوں کے مقابلہ کے لئے عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد پر اپنی صفوں میں نظم و اتحاد پیدا کریں انہوں نے فتنہ مرزائیت کے قلع قمع کے لئے تحفظ ختم نبوت مجلس عمل کے قیام پر ملک بھر کے مذہبی رہنماؤں اور مشائخ عظام کو خراج عقیدت پیش کیا

مولانا مفتی محمود

جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے نماز ظہر کے بعد عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا گوجرہ کا حالیہ جارحانہ واقعہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت رونما ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزائی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ پاکستان کے مسلمان اب انہیں کس حد تک برداشت کر سکتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا مرزائی گروہ ایک سیاسی ٹولہ ہے جو ہمیشہ سامراجی طاقتوں کا آلہ کار رہا ہے چونکہ اس وقت ملک کی اہم کلیدی اسامیوں پر مرزائیوں کا قبضہ ہے اس لئے انہوں نے طاقت کے نشہ میں اس عریاں جارحیت کا ارتکاب کر کے ملکی و ملی سلامتی کے خلاف سازش کی ہے۔ میں ان بہادر مسلمانوں کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور انہیں مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے موجودہ اینٹی قادیانی تحریک میں حصہ لے کر قادیانی سازش ناکام بنادی اور اہل ربوہ کی توقعات کو پاؤں تلے روند ڈالا۔

مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس جدوجہد میں آپ اکیلے نہیں بلکہ ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں اور مذہبی حلقے عملاً آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے تمام جماعتوں کی طرف سے تحفظ ختم نبوت مجلس عمل کے قیام کا فیصلہ عوام کو سنایا اور بتایا کہ مجلس عمل نے اپنے مطالبات کے حق میں پُرامن اور عالمگیر تحریک جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مرزائی جماعت کی وفاداریاں ملک سے باہر ہیں اور وہ اکھنڈ بھارت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں

کسی بھی سرکاری عہدے کے قریب نہیں آنے دینا چاہئے۔ انہوں نے انتباہ کیا کہ چند افراد کو عوام کی اکثریت کے جذبات سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

سید عطاء المنعم شاہ بخاری

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند ارجمند اور مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری سید مجلس احرار شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں کہا مسئلہ ختم نبوت کے لئے قربانیاں دینے اور تحریک چلانے کی سعادت ہندوستان میں سب سے پہلے 1937ء میں مجلس احرار اسلام کو نصیب ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر احراری رہنما مولانا مظہر علی اظہر ایڈووکیٹ ہی تھے جنہوں نے عدالت میں بتایا تھا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا کیوں ضروری ہے اور اسلامیان ہند کا یہ مطالبہ کن وجوہات کی بنیاد پر صحیح ہے۔ انہوں نے کہا اس مسئلہ پر حالات نے دوسری بار 1953ء میں کروٹ لی اور اب تیسری بار پھر پلٹا کھایا ہے اور واضح ہو گیا ہے کہ پاکستان میں ایسے لوگ بستے ہیں جو آقائے نامدار محمد عربی ﷺ کے مقابلے میں کسی اور شخص کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے اور اسی لئے آج بلاتفریق مسلک و طریق تمام مکاتب فکر ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو چکے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ اجتماع بغیر کسی اعلان اور پروگرام کے منعقد ہوا تھا لیکن خطیب شہیر مولانا عبدالشکور دین پوری اور مولانا قاری عبدالحئی عابد اور منڈی کاموکی کے ایک بریلوی مکتب فکر کے عالم دین (جن کا اسم گرامی راقم کو یاد نہیں) کی تقاریر کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ میں موجود شمع ختم نبوت ﷺ کے پروانوں کے اس اجتماع نے ایک ایسے جلسہ کی صورت اختیار کر لی جس کی صدارت علامہ سید محمود احمد رضوی فرما رہے تھے اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا عبدالرشید انصاری ادا کر رہے تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر

امیر شریعت کی تقریر کے بعد اہلحدیث رہنما علامہ احسان الٰہی ظہیر نے کہا مرزا غلام احمد کی جعلی نبوت کا ڈھونگ مسلمانوں میں نہیں چل سکتا۔ آج لوگوں کی نظریں منبر و محراب پر لگی ہوئی ہیں اور منبر و محراب خدا کے دین سے غداری کا ارتکاب نہیں کر سکتے جب تک جسموں میں جان ہے اور سانس کی آمدورفت جاری ہے علماء حق محمد عربی (ﷺ) کی ختم المرسلینی کا پرچم بلند رکھیں گے اور کسی باطل قوت کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکیں گے۔

آغا شورش کاشمیری

علامہ صاحب کی تقریر کے بعد مولانا عبد الرشید انصاری نے مجمع سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ میں سالار فدایانِ ختم نبوت جناب آغا شورش کاشمیری سے درخواست کروں گا کہ وہ آپ سے ہم کلام ہوں اور مدیر چٹان نے ایک بیزارانہ انداز میں سلسلۂ گفتگو کا اس طرح آغاز کیا کہ "حضرات! میں تقریر کے لئے نہیں آیا   آپ تشریف لائے ہیں میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اس لئے دوستانہ ماحول میں چند باتیں کروں گا اور تقریر جمعہ کو کروں گا۔ آج مرزائی فتنہ بڑا تیز ہو چکا ہے ربوہ کے واقعہ میں مرزا ناصر احمد نے سوچا ہے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری مر گیا ہے "احمد علی لاہوری" مر گیا ہے۔ دیکھوں کہ کیا اب بھی مسلمانوں میں محمد عربی ﷺ کی ختم المرسلینی کے لئے کٹ مرنے کا جذبہ باقی ہے اور کیا ان میں اب بھی قومی مدافعت موجود ہے لیکن ناصر احمد کو پتہ چل گیا ہے کہ مسلمان ابھی مرا نہیں زندہ ہے۔ (۱۹)

آغا صاحب نے کہا کہ مرزائی لوگ ملک اور دین دونوں کے دشمن ہیں۔ ملک توڑنے کی ذمہ داری مرزائی افسروں، جرنیلوں اور ایم ایم احمد پر عائد ہوتی ہے۔ جن کی سازشوں اور غلط پالیسیوں نے مشرقی پاکستان کے عوام کے دلوں میں مغربی پاکستان کے عوام سے نفرت کا بیج بویا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ مرزائیت کو اب اس ملک میں نہیں رہنے دیں گے کیونکہ اگر وہ اب بھی ہمارے ہاتھ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی تو پھر ہم پر آئندہ قادیانیوں کے ہم زلف "سکھ" راج کریں گے انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ پُرامن طور پر تحریک میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیں۔ (۲۰)

جب شورش نے بھٹو کے پاؤں پکڑ لئے

انہی دنوں آغا شورش کاشمیری نے بھٹو سے طویل ملاقات کی تو اس اثر انگیز انداز میں تقریر کی کہ بھٹو کو کہنا پڑا کہ "شورش کاشمیری نے میرا دو ٹوک جواب سننے کے باوجود قادیانیوں کے مذہبی معتقدات میرے سامنے اس طرح رکھے جن کے مطابق امت کا ہر فرد حتیٰ کہ خود میں اور میرے ماں باپ بھی کافر تھے۔ مجھے قادیانیوں کی کتابیں دیکھ کر بڑا غصہ آیا   کم از کم میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ قادیانی امام حسن، حسین، امام علی اور میرے ماں باپ تک کو کافر سمجھتے ہیں

"لیکن میں نے اپنے غصے پر قابو پا کر شورش کاشمیری سے کہا۔ یہ تو درست ہے کہ قادیانی امت کے ہر چھوٹے بڑے رکن کو کافر سمجھتے ہیں لیکن ان کے عقائد کے بارے میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ کام تو علماء کا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی تبلیغ کے ذریعے ان عقائد سے تائب کریں اور جو وقت وہ تحریکیں چلانے میں

صرف کرتے ہیں وہ قادیانیوں کے خلاف تبلیغ میں صرف کریں حکومت ان کی ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہے۔"

شورش نے جو کچھ کہا اس پر باحوالہ دلائل دیئے اور سب سے آخر میں اس نے بھی مفتی محمود کی طرح ایک جذباتی مطالبہ کیا۔ اس کے مطالبے کو قبول کرنے کے لئے میرے سامنے اس کے دلائل کا انبار تھا اور میں نے دل ہی دل میں یہ مسئلہ حل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا

لیکن اس موقع پر شورش نے ایک ایسی حرکت کی جس سے میں لرز گیا۔ ان کے ساتھی مولوی تاج دین جو ان کے ہمراہ تھے وہ بھی بڑے حیران ہوئے۔ شورش نے گفتگو کرتے ہوئے یکایک اٹھ کر بڑے جذباتی انداز میں میرے پاؤں پکڑ لئے۔ میں نے شورش کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے اٹھا کر گلے سے لگایا   مگر شورش ہاتھ ملا کر پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا!

"بھٹو صاحب! ہمارے پاس کون سی عظمت ہے۔ ہم ایک سو سال سے اپنے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی عزت و عظمت بحال نہیں کر سکے۔ ہم سے زیادہ ذلیل قوم کسی ملک نے آج تک پیدا نہیں کی ہو گی۔ ہم اس وقت عزت و عظمت کا تاج سر پر رکھ سکتے ہیں جب قادیانیوں سے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا تاج چھین کر آقا کے قدمین کو راضی کر لیں۔

"پھر شورش نے گھٹنے ٹیک کر میرے سامنے اپنی جھولی پھیلا کر کہا۔ بھٹو صاحب! میں آپ سے اپنے اور آپ کے نبی کی ختم المرسلینی کی بھیک مانگتا ہوں۔ آپ میری زندگی کی تمام خدمات اور نیکیاں لے لیں۔ میں خدا کے حضور خالی ہاتھ چلا جاؤں گا مگر خدا کے لیے اپنے نبی کی نبوت کی حفاظت کر دیجئے۔ یہ میری جھولی نہیں۔ فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ عنہا) کی جھولی ہے۔ جس کی نبوت پر قادیانی حملہ آور ہیں۔

"اب اس سے زیادہ مجھ میں کچھ سننے کی تاب نہ تھی۔ میرے بدن میں ایک جھرجھری سی آ گئی۔ میں بھی آخر مسلمان تھا اور اسی نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتا تھا   میں اپنی مسلمان کی حیثیت کے سوا ہر حیثیت بھول گیا تھا۔ میں نے شورش سے وعدہ کر لیا کہ میں قادیانی مسئلہ ضرور حل کر دوں گا۔ ☆

☆ ہفت روزہ چٹان 29 / اکتوبر 1979ء ۔ ص 11-12

تحریک ختم نبوت 1974ء کا آغاز

(1) درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر منجاب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ 24رفروری 1898ء مندرجہ تبلیغ رسالت مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی

(2) رائے محمد کمال 'قادیانی امت اور پاکستان' ص 9۔ ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور

(3) قادیانی امت اور ملت اسلامیہ کا موقف ص 213 'مکتبہ امدادیہ پاکستان

(4) ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ 'مارچ 'اپریل 1975ء ص 17 '18

(5) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور یکم رجون 1974ء

(6) ایضاً

(7) ہفت روزہ "چٹان" لاہور '8رجولائی 1974ء ص 10۔

(8) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '10رجون 1974ء

(9) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '16رجون 1974ء

(10) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '21رجون 1974ء

(11) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '6رجون 1974ء

(12) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 'یکم رجون 1974ء

(13) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '6رجون 1974ء

(14) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '10رجون 1974ء

(15) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '6رجون 1974ء

(16) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '10رجون 1974ء

(17) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '12رجون 1974ء

(18) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '21رجون 1974ء

(19) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور '21راگست 1974ء

(20) ہفت روزہ خدام الدین لاہور '21رجون 1974ء

باب یازدہم

بل کی درجہ بدرجہ منظوری

حزب اختلاف کی قرارداد

30رجون 1974ء کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کا متن درج ذیل تھا:

جناب اسپیکر'

قومی اسمبلی پاکستان

محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں!

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان 'بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھی۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالم الاسلامی کے زیر انتظام 6 اور 10 اپریل 1974ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے 140 مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

محرکین قرارداد

1 مولانا مفتی محمود
2 مولانا عبد المصطفیٰ الازہری
3 مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
4 پروفیسر غفور احمد
5 مولانا سید محمد علی رضوی
6 مولانا عبد الحق (اکوڑہ خٹک)
7 چودھری ظہور الٰہی
8 سردار شیرباز خان مزاری
9 مولانا محمد ظفر احمد انصاری

10 جناب عبد الحمید جتوئی
11 صاحبزادہ احمد رضا قصوری
12 جناب محمود اعظم فاروقی
13 مولانا صدر الشہید
14 مولانا نعمت اللہ
15 جناب عمرہ خان
16 مخدوم نور محمد
17 جناب غلام فاروق
18 سردار مولا بخش سومرو
19 سردار شوکت حیات خان
20 حاجی علی احمد تالپور
21 جناب راؤ خورشید علی خان
22 جناب رئیس عطا محمد خان مری

بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کئے۔

23 نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی
24 جناب غلام حسن خان دھاندلا
25 جناب کرم بخش اعوان
26 صاحبزادہ محمد نذیر سلطان
27 مہر غلام حیدر بھروانہ
28 میاں محمد ابراہیم برق
29 صاحبزادہ صفی اللہ
30 صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری
31 ملک جہانگیر خان
32 جناب عبد السبحان خان
33 جناب اکبر خان مہمند
34 میجر جنرل جمالدار
35 حاجی صالح محمد
36 جناب عبد المالک خان
37 خواجہ جمال محمد کوریجہ

سرحد اسمبلی میں قرارداد کی منظوری

ملک میں آئین سازی اور آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار قومی اسمبلی اور سینٹ کو حاصل ہے۔ ایوان زیریں اور ایوان بالا میں دو تہائی کی اکثریت سے منظور ہونے والی قرارداد آئین پاکستان کا حصہ بن جاتی ہے۔ صوبائی اسمبلیاں آئین میں کسی طرح کی ترمیم نہیں کر سکتیں تاہم کسی اہم مسئلے پر قرارداد منظور کر کے آئین میں ترمیم کی سفارش کر سکتی ہیں۔ پاکستان میں شمال مغربی سرحدی صوبے کی صوبائی اسمبلی نے سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد جمعیت علمائے اسلام کے مولانا حبیب گل اور نیشنل عوامی پارٹی کے رکن صوبائی اسمبلی سکندر خان خلیل سابق گورنر نے پیش کی تھی۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی اور اسمبلی کے تمام ارکان نے اس کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس وقت شمال مغربی سرحدی صوبہ میں مولانا مفتی محمود وزیر اعلیٰ نہیں تھے۔ بعد میں وزیر اعظم بھٹو نے 13 جون کے نشری خطاب میں مولانا مفتی محمود کا نام لئے بغیر یہ طعنہ دیا تھا کہ وہ اپنے اقتدار میں قادیانیوں کے متعلق کوئی ایسی قرارداد منظور نہیں کرا سکے۔ وزیر اعظم بھٹو اس قرارداد کی منظوری کا کریڈٹ پیپلز پارٹی کے کھاتے میں ڈالنے کے خواہاں تھے جبکہ جمعیت علمائے اسلام کے حلقے اس کی تشہیر کر کے اپنی مقبولیت اور ووٹ بڑھانے کے چکر میں تھے۔ جے یو آئی کے آرگن خدام الدین نے بھٹو صاحب کی تقریر پر سخت نکتہ چینی کی تھی اور اسے اپنے رکن مولانا حبیب گل کی کوشش قرار دیا تھا۔

قومی اسمبلی بطور خصوصی کمیٹی

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے جو قرارداد حزب اختلاف نے پیش کی اس پر غور کرنے کے لئے پوری اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ جس کے چیئرمین قومی اسمبلی کے اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان تھے۔ یہ خصوصی کمیٹی درج ذیل فرائض سرانجام دینے کے لیے بنائی گئی۔

1 ان لوگوں کی حیثیت متعین کی جائے جو آنحضور ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔

2 اس سلسلے میں کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز، مشوروں اور قراردادوں پر اس معینہ مدت کے اندر غور و خوض مکمل کر لیا جائے جس کا تعین کمیٹی کرے گی۔

3 اس غور و خوض کے نتیجے میں شہادتیں قلمبند کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے کے بعد کمیٹی اپنی سفارشات ایوان میں پیش کرے گی۔

30 جون 1974ء کے بعد کمیٹی کے مسلسل اجلاس شروع ہوئے قراردادوں پر غور کرنے کے لئے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔

اسی اثناء میں قادیانی ربوہ گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہوں کا ایک خط کمیٹی میں پیش کیا گیا جس میں ربوہ گروپ کے سربراہ مرزا ناصر الدین اور لاہور گروپ کے سربراہ صدر الدین نے اپنی صفائی پیش کرنے اور اپنے عقائد کی وضاحت کرنے کے لئے حاضری کی اجازت مانگی۔ کمیٹی نے خوشی سے اجازت دے دی۔

مرزا ناصر الدین ایک محضر نامہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ دیکھئے کہ جس وقت مرزا نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا اسمبلی کے اس ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے پنکھے سے ایک پرندے کا بڑا غلاظت سے بھرا ہوا قطرہ سیدھا اس محضر نامہ پر آگرا جس پر وہ ایک مرتبہ گھبرا کر کہا "I am disturbed" سارے اراکین اسمبلی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر چھت سے اس طریقے سے گری ہو۔

بہر حال محضر نامہ پڑھا گیا اس پر کمیٹی کے علاوہ اور دیگر افراد نے سوال نامہ مرتب کیا۔ نیز علمائے ملت کی طرف سے محضر نامہ کا جواب دیا گیا۔ سوالوں کی تعداد طویل تھی۔ تقریباً 75 سوالات صرف علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر صاحب کی طرف سے پیش کئے گئے۔ دیگر ارکان اسمبلی نے بھی سوالات کئے۔ سوالات لکھ کر اسمبلی کے سیکرٹری کو دیے گئے اور ان سوالات کو پوچھنے کی ذمہ داری اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کے سپرد کی گئی۔ مسلسل مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تنگ آکر کہہ دیتا کہ بس اب میں تھک گیا ہوں۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔

صاحبزادہ فاروق علی خان اسپیکر قومی اسمبلی کے بقول مرزا ناصر پر دو ماہ تک جرح ہوتی رہی اور وہ جرح کا سامنا کرتا رہا۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ اپنا موقف پیش کرنے میں بری طرح ناکام رہا جبکہ لاہوری جماعت کے مقرر نمائندہ صدر الدین صرف دو دن تک جرح کا سامنا کر سکا۔ لیکن شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ مرزا ناصر پر 11 دن تک 42 گھنٹے اور لاہوری شاخ کے امیر پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔

مشائخ کانفرنس راولپنڈی

13 جولائی 1974ء کی شام ہارلے سٹریٹ راولپنڈی کی ایک خوشنما اور وسیع کوٹھی میں پاکستان بھر سے مشائخ عظام کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے داعی حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف اور منتظم مولانا سید حسین الدین صاحب تھے۔ اس کانفرنس میں ملک بھر سے آئے ہوئے ایک سو سے زیادہ مشائخ کرام نے شرکت کی تھی۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب تفسیر ضیاء القرآن مدظلہ نے درج ذیل افتتاحی کلمات ارشاد فرمائے۔

"یہ وقت لمبی چوڑی تقریروں کا نہیں۔ اس وقت ہمیں فیصلہ کن تجویزیں پاس کرنی ہیں۔ مرزائی مار آستین ہیں جو دن رات وطن عزیز کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہیں۔ نظام اسلامی کے راستے میں انہوں نے جس طرح رکاوٹیں پیدا کیں ان سے ہم سب باخبر ہیں۔ ملک میں تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہے۔ اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری ہم پر دوسروں سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔ ہم نے اگر اس میں کوتاہی کی تو یاد رکھئے آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں حضرت خواجہ سیالوی کی عظیم قیادت میسر ہے۔ ان کی دعوت پر آج یہاں ملک بھر کے مشائخ عظام جمع ہیں۔ سب حضرات کی طرف سے میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت غریب نواز جو ارشاد فرمائیں گے ہم تن من دھن کی بازی لگا کر اس پر عمل کریں گے۔ حضرت غریب نواز حکم فرمائیں ہم تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔"

قبلہ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے ان ولولہ انگیز جملوں کو سن کر شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کھڑے ہوئے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

"اس مقدس جلسے کے انعقاد کا مقصد میرے عزیز اور محترم پیر محمد کرم شاہ صاحب بتا چکے ہیں۔ واقعی یہ وقت تقریروں کا نہیں عمل کا ہے۔ اس وقت سب سے مقدم مسئلہ پاکستان کی بقا کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو قائم رکھے اور اسے دشمنوں سے محفوظ رکھے۔

پاکستان کا مقصد

حضرات! پاکستان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک ایسا ملک حاصل ہو جس میں اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے احکام کا نفاذ ہو۔ یہ ملک کسی غیر اسلامی ریاست یا نظریے کی خاطر حاصل نہیں کیا گیا تھا۔ پاکستان بنانے کے وقت ہمارے ذہنوں میں ہرگز ہرگز یہ تصور نہ تھا کہ ہم اسے روس یا امریکہ کے نظاموں کے ماتحت چلائیں گے۔ اس وقت ہمارے ذہنوں میں صرف اور صرف یہی تصور تھا کہ پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہو گا اور ہمارے بچے جو فرنگیت زدہ ہو گئے ہیں، وہ دوبارہ اسلام کی طرف لوٹیں گے۔

مشائخ کی خدمات

یہی پاکیزہ مقصد تھا جس کے لئے تمام مشائخ حجروں سے نکل کر میدان عمل میں آ گئے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے قید و بند کی مشقتیں برداشت کیں۔ میں بھی اس زمانے میں گرفتار ہوا۔ حکومت نے مجھے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی ایک کوٹھری میں بند کر دیا جس میں، میں بیٹھ سکتا تھا نہ نماز پڑھ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انگریزی حکومت نے میری ساڑھے گیارہ مربع زمین ضبط کر لی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مجھے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ڈرایا تاکہ میں تحریک پاکستان کی حمایت سے باز آ جاؤں۔ لیکن میں نے جواب دیا۔

"عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے، اگر میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا

کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔" یہ سب کچھ پاکستان کے لئے تھا جہاں اللہ کے دین کا نفاذ ہونا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد

پاکستان بنا تو میں نے جناح صاحب کو لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہئیں۔ انہوں نے فوراً مجھے جواب بھیجا کہ پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں صحیح طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہو گا۔

جناح صاحب کی وفات کے بعد میں لیاقت علی خان صاحب سے ملا۔ میری ان سے دو گھنٹے تک بات ہوتی رہی۔ میں نے ان سے واضح طور پر کہا کہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں لیت و لعل سے کام لو گے تو مٹ جاؤ گے۔ اس پر لیاقت علی خان صاحب نے جواب دیا۔

"واقعی ہم اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور مشرقی پاکستان کو تو صرف اسلامی قانون ہی کی بدولت ہم اپنے ساتھ شامل رکھ سکتے ہیں۔" مگر افسوس ہم نے ایسا نہ کیا۔ نتیجتاً مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا اور اب بھی اگر اسلامی قوانین کا نفاذ نہ ہوا تو صوبائی عصبیتیں ہمیں مزید ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔

اللہ کے عذاب سے ڈرو

اللہ کے دین کو چھوڑنے کی پاداش میں ہم ہندوؤں اور یہودیوں کے ہاتھوں ذلیل ہوئے ہیں۔ اللہ کے قوانین پر ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے قوانین کو ترجیح دی ہے۔ افسوس ہم نے اپنا علاج ان لوگوں سے کرنا چاہا جو بجائے خود مریض ہیں۔ ہمیں پہلی امتوں کے عبرتناک انجام پر غور کرنا چاہئے۔ عاد، لوط اور شعیب کی قوموں کو اسی لئے تباہ کیا گیا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

موجودہ حکومت

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بھٹو صاحب کو اتارنے سے سب حالات درست ہو جائیں گے۔ یہ بات غلط ہے موجودہ حالات کا تعلق ہمارے اعمال کے ساتھ ہے۔ جب تک ہمارے اعمال اچھے نہ ہوں گے حالات ہرگز اچھے نہیں ہو سکتے۔ پہلی حکومتوں نے کیا کیا۔ انہوں نے ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر

نشین دربار عالیہ سیال شریف منعقد ہوا۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس عوام و خواص اور ارباب حکومت پر واضح کرنا اپنا دینی و ملی فرض سمجھتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے۔ 1953ء میں تمام مکاتب فکر کے 35 علمائے کرام اور حال ہی میں رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی 144 دینی تنظیموں کے نمائندوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لئے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مسئلہ نزاعی نہیں ہے بلکہ اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کی رائے لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس مسئلہ کو اسلامیان پاکستان کی امنگوں کے مطابق حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں فی الفور آئین میں ترمیم کرکے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں بطور بل پیش کرکے منظور کرائے اور ممبران قومی اسمبلی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بل کی حمایت و تائید کرکے اپنے قومی و ملی فرض کو ادا کریں اور اپنے منتخب کرنے والے افراد کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان پر کلی اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور مرکزی مجلس عمل کی قراردادوں اور مطالبوں کی توثیق و تائید کرتا ہے۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس کلمہ حق بلند کرنے والے علماء و طلباء و دیگر مسلمانوں کی گرفتاریوں اور مسئلہ ختم نبوت سے متعلق ہر قسم کے مواد کی طباعت و اشاعت پر حکومت کی طرف سے پابندی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ گرفتار شدہ علماء و طلباء کو فوراً رہا کرے اور ان کے خلاف قائم کردہ تمام مقدمات واپس لے اور تمام پریس اور رسالوں سے جو پابندیاں عائد ہیں فی الفور ختم کرے۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانان پاکستان سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ناموس رسالت کی خاطر مرزائیوں سے ہر شعبہ زندگی میں مکمل بائیکاٹ جاری رکھیں کیونکہ ان کا بائیکاٹ قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

اس عظیم الشان اور مبارک اجتماع میں جو مشائخ عظام اور علمائے کرام شریک ہوئے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1. حضرت شیخ الاسلام علامہ خواجہ حافظ محمد قمرالدین سیالوی
2. حضرت دیوان آل مجتبیٰ علی خان صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف علی پور

خارج بنایا۔ انھوں نے منکرین رسول ﷺ، منکرین قرآن اور منکرین اجماع کو بڑی بڑی اسامیوں پر تعینات کیا۔ افسوس اس وقت بھی بعض لوگ سیاسی فوائد حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

یاد رکھئے! کسی مقام پر اگر بچھو اور چوہے موجود ہوں تو اس مکان کو آگ نہیں لگائی جاتی بلکہ بچھوؤں اور چوہوں کو وہاں سے نکالا جاتا ہے۔

مشائخ عظام! ہمیں اس وقت خون دینے والے مجنوؤں کی ضرورت ہے۔ چوری کھانے والوں کی نہیں۔ آپ "عوام" نہیں "خواص" ہیں۔ "عوام کی حکومت" ایک جاہلانہ لفظ ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے افراد خواص ہیں۔

قادیانی مسئلہ

کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو۔ اقلیت تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے وہ کافر نہیں مرتد ہے اور مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے۔ اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا۔ جس کی نظیر صدیق اکبر نے قائم کی تھی۔ بہرحال اب مسلمانوں کی طرف سے یہ ادنیٰ سے ادنیٰ مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو ذمی قرار دیا جائے۔ اب حکومت کو کم سے کم مطالبہ فی الفور تسلیم کرنا چاہئے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ مرزائیوں کا موجودہ سوشل بائیکاٹ جائز ہے۔ انھوں نے ہدایت فرمائی کہ مرزائیوں سے ہر قسم کا میل جول ختم کر دیا جائے۔

اس کے بعد حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے چند ضروری تجاویز پیش کیں اور اپیل کی کہ اپنے اپنے حلقوں میں تحفظ ختم نبوت کا کام تیز تر کر دیا جائے۔ بعد ازاں انھوں نے یہ قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

قرارداد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

راولپنڈی 13 جولائی 1974ء کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا ایک ہنگامی اجلاس آج یہاں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمرالدین صاحب سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ

عقیدے کی رُو سے مستقل طور پر حل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ وزیراعظم نے کہا کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مسئلے پر میں آمرانہ طور پر خود کوئی فیصلہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ اس وقت ربوہ کیس صمدانی ٹریبونل میں بھی پیش ہے اس ٹریبونل کو بھی ضرور کچھ مہلت ملنی چاہئے۔ جمہوری طریق کار یہی ہے کہ اس اہم مسئلے پر عوام کے منتخب نمائندے خود سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کریں۔

وزیراعظم نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ ان کے اقتدار کے مختصر عرصے میں یکے بعد دیگرے بحران پیدا کئے جاتے رہے ہیں۔ ابھی بلوچستان کا سیاسی بحران ختم نہیں ہوا تھا کہ حکومت کی توجہ بھارت کے ایٹمی دھماکے کی طرف مبذول ہو گئی اور اب اچانک ربوہ کا واقعہ سیاسی سٹنٹ بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ منصفانہ طور پر حل کر لیا جائے گا لیکن عوام کو چاہئے کہ وہ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور جذبات کی رَو میں دیوانے نہ ہو جائیں۔ انہیں مفادات پرست سیاست دانوں کا آلۂ کار بھی نہیں بننا چاہئے اور امن و امان کو کسی قیمت پر متاثر نہیں کرنا چاہئے۔

وزیراعظم نے خیال ظاہر کیا کہ بعض دوسرے بحرانوں کی طرح یہ بھی ایک غیر ملکی سازش معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے سیاسی و دینی راہنماؤں کی طرف سے 14 ؍ جون کو عام ہڑتال کی اپیل کا ذکر کرتے ہوئے کہا آپ بڑے شوق سے ہڑتالیں کریں لیکن یہ یاد رکھیں کہ کسی بھی شہری کے جان و مال کو خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہئے۔ وزیراعظم نے سخت الفاظ میں متنبہ کیا کہ حکومت ہر شہری کے تحفظ کی ذمہ دار ہے خواہ وہ احمدی ہو یا عیسائی ہو یا ہندو سکھ۔ انہوں نے بتایا کہ فوج کو تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ اگر پرامن شہریوں کے جان و مال کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو اسے سختی سے کچل دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ فیصلہ دو منٹ میں کر سکتا ہوں مگر دباؤ کے تحت کبھی نہیں کروں گا۔ میں قادیانیوں کے مسئلہ کا جمہوری، منصفانہ اور صحیح فیصلہ کروں گا اور مجھے اپنے فیصلے پر فخر ہو گا۔ یہ فیصلہ کرانے کے لئے وقت کی قید نہیں لگائی جا سکتی۔

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ اس وقت صمدانی ٹریبونل ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات کر رہا ہے۔ ہمیں اس کے فیصلے اور سفارشات کا بھی انتظار کرنا چاہئے۔ اس فیصلہ سے ہمیں کچھ باتیں مل سکتی ہیں۔ بجٹ منظور ہونے کے فوراً بعد یہ مسئلہ اسمبلی میں لے جاؤں گا۔ تیس جون سے پہلے اسے اسمبلی میں پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسا بھی نہیں ہوا کہ بجٹ پر بحث ادھوری چھوڑ کر کوئی اور مسئلہ چھیڑ دیا جائے۔ بجٹ منظور ہونے کے فوراً بعد جولائی کے پہلے ہفتے میں قومی اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ اس بارے میں ایک قرارداد منظور کرے۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کو اختیار ہو گا کہ وہ یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل کو پیش کر دے یا سپریم کورٹ کے کسی جج کے سپرد کر دے۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہرگز متنازعہ نہیں۔ فیصلہ تو ہو چکا ہے اور یہ طے شدہ ہے کہ جو شخص ختم نبوت کا قائل نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اب اسے ضابطے کے تحت لانا باقی ہے۔

وزیراعظم نے کہا کہ گزشتہ عام انتخابات میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے تھے لیکن انہوں نے ہمیں خرید تو نہیں لیا۔ ووٹ تو ہمیں شیعوں اور دوسرے فرقوں نے بھی دیئے۔ مگر ہم ان کے محتاج تو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں صرف اللہ کا محتاج ہوں اور پاکستان اور اس کے عوام سے وفاداری میرا ایمان ہے۔ میں وہی کروں گا جو میرا ضمیر کہے گا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ کلمہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا اور کلمہ کے ساتھ مروں گا۔ ختم نبوت پر میرا ایمان کامل ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں نے ملک کو جو دستور دیا ہے اس میں ختم نبوت کی اتنی ٹھوس ضمانت نہ دی گئی ہوتی۔ انہوں نے اظہار کیا کہ 1956ء اور 1962ء کے آئین میں ایسی کوئی ضمانت کیوں نہیں دی گئی۔ حالانکہ یہ مسئلہ 90 سال پرانا ہے۔ مسٹر بھٹو نے کہا یہ شرف اسی گنہگار کو حاصل ہوا ہے کہ ہم نے اپنے دستور میں صدر مملکت اور وزیراعظم کے لئے ختم نبوت پر کامل ایمان کو لازمی شرط قرار دیا ہے۔ ہم نے یہ ضمانت اس لئے دی ہے کہ ہمارے ایمان کی رو سے حضور ﷺ خداتعالیٰ کے آخری رسول تھے (ہیں)۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ملک کو نیا عوامی دستور دیا۔ صوبائی خود مختاری کے مسئلے کو نمٹا دیا۔ شملہ کا معاہدہ کیا۔ لسانی جھگڑا طے کر دیا۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے تعلقات کی تجدید کی۔ بلوچستان کا سیاسی مسئلہ حل کر رہا ہوں اور انشاءاللہ عوام کے تعاون سے قادیانیوں کا مسئلہ مستقل طور پر حل کر دوں گا۔ یہ اعزاز بھی مجھے ہی حاصل ہو گا اور یوم حساب خدا کے سامنے اس کام کے باعث سرخرو ہوں گا۔"

شاہی مسجد لاہور میں جلسہ

یکم ستمبر 1974ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا محمد یوسف بنوری نے کی۔ چونکہ مسلمانوں کے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق ہے اس لئے پاکستان بھر سے عاشقانِ رسول (ﷺ) نے اس جلسے میں شرکت کی۔ بڑے بوڑھوں کا کہنا تھا کہ ہم نے تحریک خلافت سے لے کر اس دن تک بے شمار جلسے دیکھے ہیں اور برصغیر کے بڑے بڑے لیڈروں نے ان اجتماعات کو خطاب کیا ہے لیکن اتنا بڑا جلسہ شاہی مسجد کی تاریخ میں شاید پہلا ہی جلسہ تھا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جلسہ میں شرکاء کی تعداد دو اڑھائی لاکھ کے درمیان تھی۔ جلسے میں شریک ہونے کے لئے پنجاب کے ہر حصے سے بسیں والہانہ جوش کے ساتھ لائی گئی تھیں۔ صرف سرگودھا شہر سے مشتاقین ختم نبوت کی ایک سو بسیں آئی تھیں۔

چونکہ یہ جلسہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہوا اور مجلس عمل بہت سی جماعتوں کا مجموعہ تھی اس لئے ہر جماعت کے رہنما اور اس کے عقیدت مندوں نے بڑی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ جلسے کے

شرکاء میں ایک ممتاز شخصیت حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے ہزاروں مریدین کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار خان نیازی اور مولانا محمود احمد رضوی نے شرکت کی۔ جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اور جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا مفتی محمود نے بھی شرکت کی۔ دونوں رہنماؤں کے عقیدت مندوں نے اپنے اپنے قائد کے نعرے لگائے اور مفتی صاحب کے جانثاروں اور مودودی صاحب کے فدا کاروں کے نعرے گتھم گتھا ہوتے رہے۔ مولانا مودودی کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ نعرے لگانے میں اپنا ثانی نہ رکھنے والے اسلامی جمعیت کے پنجاب یونیورسٹی کے صدر فرید احمد پراچہ اور سیکرٹری عبد الشکور طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ جلسہ گاہ میں موجود تھے۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی علالت کے باعث تقریر نہ کر سکے۔ مولانا مفتی محمود نے خطاب کیا۔ نواب نصر اللہ خان نے بھی تقریر کی۔ اپنے شاعرانہ طرز بیان کے باعث وہ سامعین کے دلوں میں اتر گئے۔ چوہدری ظہور الٰہی اور ملک قاسم کی تقریریں نہایت پر مغز، پرجوش اور قابل تعریف تھیں۔ سید مظفر علی شمسی اور مولانا احسان الٰہی ظہیر نے بھی خطاب کیا۔ آغا شورش کاشمیری سٹیج پر آئے اور اپنے مخصوص انداز میں مجمع میں ایک جوش اور ولولہ پیدا کیا۔

اس جلسے سے ثابت ہو گیا کہ ختم نبوت کا مسئلہ مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں رواں دواں ہے اور وہ کسی حالت میں بھی اس مسئلہ کی بے پناہ وابستگی سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں اور ان کا یہ عزم بالجزم کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے ناقابل تسخیر ہے۔ اس جلسے میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ اگر سات ستمبر کو فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق نہ ہوا تو تحریک چلائی جائے گی۔ ☆

رہبر کمیٹی

قومی اسمبلی کے چھ ارکان پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس میں درج ذیل حضرات شامل تھے۔

1 مولانا مفتی محمود پارلیمانی لیڈر جمعیت علمائے اسلام۔
2 مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی پارلیمانی لیڈر جمعیت علمائے پاکستان۔
3 پروفیسر غفور احمد جماعت اسلامی۔
4 چوہدری ظہور الٰہی۔
5 غلام فاروق۔
6 سردار مولا بخش سومرو۔

☆ روزنامہ نوائے وقت لاہور 2 ستمبر 1974ء ہفت روزہ چٹان لاہور 14۔8 ستمبر 1974ء

اس کمیٹی کے ارکان نے وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ کے ساتھ مل کر وہ تاریخی قرارداد تیار کی جو 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں پیش کی گئی۔ ان ارکان اسمبلی نے اسمبلی میں بل پیش کرنے سے قبل وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو سے دو مرتبہ مذاکرات کئے ☆ ایک انٹرویو کے دوران جب مولانا شاہ احمد نورانی سے اسمبلی میں پیش ہونے والی قرارداد کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "قرارداد سے ہم متفق ہیں اور متفق کیوں نہ ہوں۔ اسے مرتب ہی ہم نے کیا تھا۔ ☆ ☆

قرارداد

قومی اسمبلی کے کُل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کُل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

(اول) دفعہ 104 (3) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ 260 میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف کی جائے مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح۔ کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ 260 کی شق (3) کی تصریحات کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہو گا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ 1973ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد 1974ء میں منتجہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

☆ روزنامہ نوائے وقت 8 ستمبر 1974ء ☆ ☆ ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر 1974ء ص۔ 25

آئین پاکستان میں ترمیم کے لئے ایک بل

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

1۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(1) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ 1974ء کہلائے گا۔
(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

2۔ آئین کی دفعہ 106 میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ 106 کی شق (3) میں الفاظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

3۔ آئین کی دفعہ 260 میں ترمیم

آئین کی دفعہ 260 میں شق (2) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (3) جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے

بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ
وزیر انچارج

قومی اسمبلی میں بل کی منظوری

سات ستمبر کی شام کو پون صدی پر پھیلی ہوئی جدوجہد تاریخ ساز لمحوں میں سمٹ آئی۔ ان لمحات کا منظر ناقابل فراموش تھا۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد چار بج کر چالیس منٹ پر مرکزی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئین میں ترمیم کا بل پیش کیا۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے اسمبلی کے بعض قواعد کو معطل کرنے کی دو تحریکیں پیش کیں تاکہ ان ترامیم کو تیزی کے ساتھ مختلف مرحلوں سے گزارا جا سکے۔ ان دستوری ضروریات کو پورا کرنے، ترمیمی بل کو پڑھنے اور اسے ایوان کے سامنے پیش کرنے میں صرف تیرہ منٹ صرف ہوئے اور چار بج کر ترپن منٹ پر بل پہلے مرحلے سے گزر چکا تھا۔ ان تیرہ منٹوں میں ان متواتر اور مسلسل تالیوں کا وقت بھی شامل ہے جو بل پیش کرنے کے دوران بار بار بلند ہوتی رہیں۔ قومی اسمبلی کے تمام ارکان پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے متفقہ طور پر جو بل پیش کیا تھا اس کے مطابق دستور کی دفعہ 106 میں دی گئی اقلیتوں کی فہرست میں قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کو شامل کر دیا گیا اور دفعہ 260 میں ایک نئی شق کا اضافہ کر دیا گیا۔ جس کے ذریعے ہر فرد کو جو حضور ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔ اس بل کو جب وزیر قانون پیش کر رہے تھے تو فقرے فقرے پر اور بعض دفعہ تو لفظ لفظ پر قومی اسمبلی کے اکثر ارکان جذبات سے بے قابو ہو کر ڈیسک اور تالیاں بجا رہے تھے اور جیسا کہ بعد میں وزیراعظم بھٹو نے اپنی تقریر میں کہا، در حقیقت ہم سب جذبات کے طوفان سے معرکہ آرا تھے۔

اگلے تین منٹوں میں بل دوسرے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا اور جناب پیرزادہ آئین میں ترمیم کے بل کو فی الفور زیر غور لانے کی تحریک پیش کر چکے تھے۔ گھڑی کی سوئیاں چار بج کر چھپن منٹ پر تھیں۔ جناب پیرزادہ سے سپیکر نے کہا کہ وہ بل پر تقریر کریں۔ جناب پیرزادہ اٹھے اور گویا ہوئے کہ وہ اس پر ایک لفظ بھی اضافہ نہیں کریں گے کیونکہ یہ بل پوری اسمبلی پر مشتمل کمیٹی کا متفق علیہ ہے اور اس ضمن میں انہوں نے چند فقرے کہے۔ جناب پیرزادہ بیٹھے ہی تھے کہ تحریک استقلال کے صاحبزادہ احمد رضا قصوری اٹھے اور بل میں ترمیم پیش کرنا چاہی۔ انہوں نے کہا کہ صرف قادیانی اور لاہوری گروہوں کا نام کافی نہیں بلکہ مرزا قادیان کا نام باقاعدہ طور پر دستور میں درج کر دیا جائے۔ جواب میں وزیر قانون اٹھے لیکن

قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے احمد رضا قصوری کی بات کا خود جواب دینا مناسب جانا۔ ان کا کہنا تھا' جب پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا تو اس وقت یہ ترمیم پیش نہ کی گئی اس وقت یہ فضول ہے اور ترمیمی بل میں بے مصرف اضافہ ہو گا اور اگر وہ ترمیم کے لئے دو تہائی اکثریت لا سکتے ہیں تو لے آئیں۔ اس پر ایوان میں نہیں نہیں کی آوازیں بلند ہوئیں اور سپیکر صاحبزادہ احمد رضا کو ان ترمیم کے خلاف ایوان کی رائے بتا رہے تھے کہ وہ واک آؤٹ کا اعلان کرتے ہوئے ایوان سے باہر نکل گئے۔ کچھ دیر بعد حیرانی کے عالم میں میاں محمود علی قصوری بھی اپنے کاغذات سنبھالتے ہوئے باہر چلے آئے۔

اب مولانا مفتی محمود اٹھے اور انہوں نے حزب اختلاف کی طرف سے آئین میں زیر بحث ترمیم کی مکمل تائید کا اعلان کیا۔ پورے ایوان پر مشتمل کمیٹی کے اجلاس میں بھی مفتی محمود نے حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کی ترجمانی کی تھی لیکن چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھنا تھا کہ انہی کی پارٹی کے غلام غوث ہزاروی نے مفتی کے مقابلے میں اپنا ایک الگ تشخص ظاہر کرنا ضروری جانا۔ جناب مولانا غلام غوث ہزاروی نے صاحبان اقتدار کو مبارکباد عرض کی۔ اس سے پہلے 'اجلاس شروع ہونے سے پیشتر جناب ہزاروی صاحبان اقتدار سے شکایت کر چکے تھے کہ اس بل کی منظوری میں حزب اقتدار کا کوئی کردار نہیں ہے۔ پانچ بج کر پانچ منٹ پر سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی نے قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ جناب بھٹو صاحب کی تقریر چھبیس منٹ تک جاری رہی۔ جو آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر کے بعد بل کا تیسرا مرحلہ (خواندگی) شروع ہوا اور وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے بل منظوری کے لئے ایوان کے سامنے پیش کر دیا۔ جب صاحبزادہ فاروق علی خان سپیکر قومی اسمبلی نے ڈیسک بجانے کی فلک شگاف گونج میں اعلان کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترامیم کے حق میں ایک سو تیس ووٹ آئے ہیں جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ اس وقت پانچ بج کر باون منٹ تھے۔ قومی اسمبلی کے معزز ارکان نے اس فتنہ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدباب کر دیا جو بیسویں صدی سے ملت اسلامیہ کے لئے درد سر بنا ہوا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کی صبح خود شام ہے
ناصر احمد کی غزل گوئی سبک انجام ہے
اک فسانہ ساز امت ہو گئی اتنا طفیل
خواجۂ گیہاں ﷺ کا پاکستان کو انعام ہے
اپنی پیدائش سے جو انگریز کے جاسوس تھے
میرے ہاتھوں ہی سے ان کی مرگ بے ہنگام ہے ☆

شورش کاشمیری

☆ "چٹان" 1، 14 ستمبر 1974ء۔ ص 9۔

قوم کے مخلص نمائندوں نے شورش حل کیا

ہو گیا توحید کے بیٹوں کا بیڑا پار دیکھ
خواجۂ کونین ﷺ کا فیضان رحمت بار دیکھ
عشق پیغمبر ﷺ کی دولت محو ہو سکتی نہیں
رنگ لایا جذبۂ قربانی و ایثار دیکھ
غیرت دین براہیمی کا پرچم گڑ گیا
نوجواں خواب گراں سے ہو گئے بیدار دیکھ
ان کی نظروں میں کہاں جچتا تھا شاہوں کا جلال
سید الکونین ﷺ کے عشاق کا دربار دیکھ
بجلیاں گرنے لگیں اسلام کی یلغار سے
کانپ اٹھے نعرۂ تکبیر سے کفار دیکھ
جب تخیل کا احاطہ کر گئی نعت نبی ﷺ
خامۂ تحریر شعلہ ہو گیا تلوار دیکھ
واقعات ماضی مرحوم کے پیش نظر
وقت کے اس موڑ پر حالات کی رفتار دیکھ
جھک نہیں سکتا رسالت کے مدعی خوانوں کا سر
رک نہیں سکتی کبھی اسلام کی یلغار دیکھ
قوم کے مخلص نمائندوں نے شورش حل کیا
جو قضیہ تھا کبھی دشوار سے دشوار دیکھ ☆

(شورش کاشمیری)

جناب ذوالفقار علی بھٹو کا قومی اسمبلی سے خطاب

"جناب اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں ہم نے اس مسئلے پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلہ خیال کیا ہے جن میں تمام پارٹیوں اور ہر طبقہ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج

☆ ہفت روزہ "چٹان" لاہور' 17' 23 ستمبر 1974ء۔ ص 2

کے ، جو فیصلہ ہوا ہے یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حقدار بنے۔ میرا خیال ہے کہ یہ مشکل فیصلہ بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک بہت پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا جائے گا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا۔ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔ ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ 1953ء میں کیا کیا گیا تھا۔ 1953ء میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلے کے حل کے لئے نہیں بلکہ اس مسئلے کو دبا دینے کے لئے تھا۔ کسی مسئلے کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل و فہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا اور پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی احساسات ابھرے۔ قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا۔ پریشانی کے لمحات بھی آئے۔ تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر [illegible] اور ہیجان و جنگ کے عالم میں رہی۔ طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں اور تقریریں کی گئیں۔ مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں یہاں اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ 22 اور 29 مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجوہات کے بارے میں بھی بحث کرنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہ تک جاؤں لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معاملے کا اجمالی تذکرہ اس تقریر کی طرف لاؤں جو میں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے 14 جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی

طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا جاتا جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا اس لئے میری حکومت کے لئے یا ایک فرد کی حیثیت سے میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر 13 جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے ایسے لوگ بھی ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی۔ اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور سنجیدہ مسئلہ ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی پریشانی کا باعث رہا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت سے میں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے کے حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جب کہ اس مسئلے پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث کتنا پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے میں اس کے نتیجے سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے۔ جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا

مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تینوں اصولوں پر مکمل طور پر پابند رہے ہیں میں نے کئی بار کہا کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول 'سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعے معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں۔ ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر و اعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے میری حکومت کے لئے اب یہ بات انتہائی اہم ہو گئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر!

گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کئے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک میں بدنظمی کا اور انتشاری عناصر کا غلبہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے۔ ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقع پر جبکہ تمام ایوان نے متفقہ طور پر ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے' آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور اب جبکہ اس مسئلے کا باب بند

ہو چکا ہے' ہمارے لئے یہ ممکن ہو گا کہ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا جنہوں نے اس عرصہ میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جناب اسپیکر

جیسا کہ میں نے کہا کہ ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے یہ میری کامیابی نہیں یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں۔ یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ستائیس برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا۔ جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبہ کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب اسپیکر!

کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا۔ یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آ سکتے ہیں جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ گھر گھر میں اس کا اثر تھا۔ ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا۔ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضر صورت حال سے نمٹنے کے لئے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے نمٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبے کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی۔ قومی اسمبلی کے خفیہ اجلاس کرنے کی کئی وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام کچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آ سکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے۔ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعے شائع کر کے ان کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبران اعتماد اور کھلے

دل سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے جیسا کہ انہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں ان کو سیاسی یا کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ ایوان کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لئے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو شائع کر دیں چونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے باب کو ختم کرنے کے لئے اور ایک نیا باب کھولنے کے لئے نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے آگے بڑھنے کے لئے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لئے اور پاکستان کے حالات "معمول" پر لانے کے لئے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لئے نیک شگون سمجھنا چاہئے۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ یہ حل ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں گے۔

جناب اسپیکر!

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو احساسات تھے انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے۔ یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کوئی فیصلہ کر سکتا اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوامی طور پر حل کرنے کے لئے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے۔ جو گزشتہ نوے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا لیکن یہ نہیں ہو سکا۔ 1953ء میں بھی ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ 1953ء میں حل ہو جاتا وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکتے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح

معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہو گا ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہو گا۔ لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور معروضی طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہو گی۔

مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے یہ حکومت کا فرض ہے "حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کرے اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا" جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آکر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے تو پھر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے۔ ہم مسلمان ہیں "ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں "تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

آپ کا شکریہ!

سینٹ میں بل کی منظوری

سات ستمبر کے دن ہی شام ساڑھے سات بجے سینٹ کا اجلاس بلایا گیا۔ سینٹ کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور اس کے لئے موقع کے اعتبار سے مناسب آیات کا چناؤ کیا گیا تھا۔ تلاوت اور ترجمے کے بعد سات بج کر پچپن منٹ پر کارروائی کا آغاز ہوا۔ سرحد سے نیپ کے [illegible] گل پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے کہ سینٹ نے ابھی یہ ترمیمی بل منظور نہیں کیا۔ لیکن ریڈیو پاکستان نے اپنی خبروں میں اسے قومی اسمبلی سے منظوری کے بعد بطور آئین حتمی قرار دے دیا ہے۔ یہ چیز سینٹ کے اختیارات میں مداخلت ہے۔ جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے جو مرکزی وزیر ہونے کے ناطے سے سینٹ میں بیٹھ سکتے تھے "اس پر فوراً معذرت کا اظہار کرتے ہوئے صورت حال کو سنبھال لیا۔ جناب پیرزادہ

نے قادیانی مسئلہ کے دوران رواداری سے معاملات کو درست رکھنے کے جو تجربے کئے اس کے پیش نظر ان کا یہ رویہ اب نیا نہیں رہا۔ سینٹ کے چیئرمین جناب حبیب اللہ خان نے حسب معمول ریمارکس دیئے جس کے بعد سات بج کر پچاس منٹ پر جناب پیرزادہ نے قومی اسمبلی کا منظور شدہ بل ملک کے ایوان بالا "سینٹ" میں پیش کر دیا۔ اس پر نیپ سرحد کے سینیٹر مسٹر ظہور الحق نے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی کہ ترمیمی بل کی فوری اہمیت کے پیش نظر بعض قواعد کو معطل کرنا پڑے گا۔ اس پر قواعد کی جانچ پڑتال کے بعد جناب پیرزادہ نے کہا کہ چیئرمین سینٹ اپنے اختیارات سے کام لے کر ان قواعد کو معطل کر سکتے ہیں۔ ترمیمی بل پر منظوری کے لئے دستوری ضروریات سے گزرتے ہوئے پہلے دو مرحلوں پر دوبار ایوان کے اندر رائے شماری ہوئی اور پھر حزب اقتدار کو قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے ارکان کی طرح Ayes کے دروازے سے گزرنا پڑا۔ رائے شماری کے اس مرحلے کے بعد سینٹ کے ارکان ایوان میں اپنی نشستوں پر بیٹھے تو سینٹ کے چیئرمین جناب حبیب اللہ خان نے آٹھ بج کر چار منٹ پر آئین میں ترمیم کا اعلان کر کے اکیس ووٹوں سے بہ اتفاق رائے مرزائیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا دستوری عمل مکمل کر دیا۔ قومی اسمبلی کی طرح سینٹ میں بھی کوئی ووٹ قرارداد کے خلاف نہیں آیا۔ ☆

امریکی پریس

قومی اسمبلی اور سینٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد کی منظوری کو انٹرنیشنل پریس نے بڑی اہمیت دی۔ امریکی پریس نے ان الفاظ میں خبر شائع کی۔

"The National Assembly and Senate, meeting separately September 7, 1974, adopted a resolution and constitutional amendment declaring the Ahmedia, a minority moslem sect to be non-moslem on the ground that they did not believe that Mohammad [peace be upon him] was the last prophet of islam" ☆☆

قادیانی مسئلہ پر بحث خفیہ لیکن فیصلہ کھلا

قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی اور سینٹ کے خفیہ اجلاس میں طے پایا تھا اور اندرون خانہ کارروائی کی تفصیل منظر پر نہیں آئی لیکن روزنامہ جنگ جمعہ میگزین میں بھٹو حکومت کے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا۔ یہ انٹرویو جناب اختر کاشمیری نے ان سے ایک ملاقات کے

☆ ہفت روزہ "لیل و نہار" لاہور 13، 19 ستمبر 1974ء

☆☆ "دی فیکٹ آن فائل" صفحہ ۸۰۱ ـ ۱۹۷۴ء

دوران کیا تھا۔ قادیانی مسئلہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ انٹرویو دلچسپی کا حامل ہے۔ اس لئے من و عن پیش خدمت ہے۔

سوال: مسئلہ ختم نبوت جو ایک ولولہ انگیز تحریک کے بعد حل ہوا کیا اسمبلی کے ارکان کو حکومت نے اپنے ساتھ ملانے یا ان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ آپ اس وقت قومی اسمبلی کے اسپیکر تھے۔ کیا آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے؟

صاحبزادہ فاروق علی: کسی اپوزیشن راہنما کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ خود اپنی پارٹی کے ارکان اسمبلی پر بھی کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔ پیپلز پارٹی کے دور کا شاید یہ واحد کیس ہے جس کے بارے میں پورے دعوے اور وثوق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حکومت نے ممبران اسمبلی پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ وہ اپنی سوچ اور رائے کے بارے میں بالکل آزاد تھے۔ مسائل کو سامنے رکھ کر اپنے "ایمان" ضمیر اور دماغ کے حوالے سے جس نتیجہ پر پہنچیں "اس کے مطابق رائے دیں۔

سوال: جب مسئلہ قومی اسمبلی میں گیا تو اس بحث کی کارروائی خفیہ کیوں رکھی گئی اجلاس خفیہ کیوں ہوتے رہے۔ کیا حکومت کسی فریق سے سودے بازی نہیں کرنا چاہتی تھی؟

صاحبزادہ فاروق علی: بحث اور کارروائی کے دوران ایسی باتوں کے پیش آنے کا بھی امکان تھا کہ اگر منظر عام پر آئیں تو مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی۔ قادیانی فرقوں کے راہنماؤں کو بھی بلایا تھا۔ ان کا نقطہ نظر بھی سنا تھا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہتے مسلمانوں کو ہرگز اتفاق نہ ہوتا۔ لہٰذا کارروائی خفیہ ہی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اخفاء سے حکومت کوئی مفاد حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ نازک اور حساس ہے۔ مسلمان جان بھی قربان کر دینا ایک انتہائی معمولی بات سمجھتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی خطرناک جذباتی صورتحال سے بچنے کے لئے اس کارروائی کا خفیہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ امت کو جو والہانہ عشق ہے اس کو زبان و قلم سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا اس مسئلے پر حکومت سودے بازی کی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ حکومت نے طے کر لیا تھا کہ وہ اس مسئلے سے لاتعلق رہے گی۔ نہ وہ حمایت کرے گی اور نہ تحریک سے متاثر ہو کر دوسرے فرقے کو کچلنے کی اجازت دے گی۔ حکومت نے اس فیصلہ کی پابندی کی۔ جہاں جہاں تحریک کے دوران اشتعال کی فضا پیدا ہوئی وہاں وہاں اقلیتی فرقے کی جان و مال کے تحفظ کا بندوبست کیا گیا۔ بعض مقامات پر حکومتی ذمہ داریاں ادا کرنے کے سلسلے میں تحریک سے متعلق مسلمانوں پر بھی تشدد ہوا لیکن دیدہ دانستہ طور پر کسی ایسی کارروائی کا ارتکاب کم سے کم میرے علم میں نہیں ہے۔ اس خفیہ بحث کا فیصلہ کھلا تھا اور اس فیصلے سے ملت اسلامیہ آج تک مطمئن ہے۔

سوال: بحث کے دوران اقلیتی فرقوں کے راہنماؤں کے دلائل کیا تھے؟

صاحبزادہ فاروق علی: بھٹو اور ہمارے ممبران اسمبلی کا تاثر یہ تھا کہ اس جماعت کے اکثر لوگ پڑھے

نکلے ہوتے ہیں۔ ان کے مذہبی پیشوا اپنے موقف کے حق میں وزنی اور حیران کن دلائل دیں گے لیکن جب انہیں بلایا گیا تو یہ تاثر ختم ہو گیا۔ ان کے دلائل بہت ہی مضحکہ خیز اور مایوس کن تھے۔ مرزا ناصر دو ماہ تک جرح ہوتی رہی وہ جرح کا سامنا تو کر گئے لیکن اپنا موقف پیش کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ اس بحث کی روشنی میں حکومت اس نتیجہ پر پہنچی کہ ربوہ کی قادیانی جماعت کے عقائد فی الواقع خطرناک ہیں لیکن قادیانیوں کی لاہوری جماعت ان عقائد کی حامل نہیں اور لاہوری جماعت کو غیر مسلم قرار دینا درست نہ ہو گا۔ ہمارا یہ تاثر مرزا ناصر احمد کا بیان سننے کے بعد قائم ہوا تھا۔ حکومت اپنے طور پر طے کر چکی تھی کہ لاہوری جماعت مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتی بلکہ صرف ایک مجدد کا درجہ دیتی ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنا پر اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے لیکن جب لاہوری جماعت کے معمر رہنما مولوی صدر الدین کو بلایا گیا تو معلوم ہوا

این خانہ ہمہ آفتاب است

اس فرقے کا ہر گروہ عقائد کا خطرناک گورکھ دھندا لئے پھرتا ہے۔ اگر مرزا ناصر کی جماعت مذہبی طور پر خطرناک ہے تو مولوی صدر الدین کی جماعت اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ مولوی صدر الدین نے وہ تاثر ختم کر دیا جو ان کی جماعت کے بارے میں ہمارے دل میں پیدا ہو چکا تھا۔ وہ صرف دو روز جرح کا سامنا کر سکے۔ ان کی گفتگو کی روشنی میں جب ہم نے اپنے ممبران اسمبلی کی رائے معلوم کی تو اکثر ممبران نے کہا کہ اگر غیر مسلم اقلیت قرار دینا ہے تو لاہوری جماعت پر بھی اس کا سب سے پہلے اطلاق ہونا چاہئے۔ اس جماعت کو بچانا خطرناک ہو گا۔ کیونکہ ان کے کتابی عقائد ربوہ کے قادیانیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ دونوں فرقوں میں عقائد کا فرق مذہبی کے بجائے سیاسی ہے۔ مذہبی طور پر دونوں ایک ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولوی صدر الدین کی ذاتی خواہش ہے کہ ان کی جماعت کو بھی غیر مسلم قرار دیا جائے کیونکہ ان کے دلائل ان کے خلاف تھے۔

سوال کیا آپ اسمبلی کے اندر ہونے والی کارروائی کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گے؟

صاحبزادہ فاروق علی میں بتانا پسند کرتا لیکن جب کارروائی ہوئی تھی اس وقت سب ممبران سے حلف لیا گیا تھا کہ کوئی شخص اس کارروائی کو منظر عام پر نہیں لائے گا۔ اس لئے کارروائی سے متعلق کوئی بات بتانا اس حلف کی خلاف ورزی ہوگی جو ہم نے اٹھایا تھا۔

سوال کیا یہ کارروائی حمود الرحمن رپورٹ کی طرح ہمیشہ خفیہ رہے گی؟

صاحبزادہ فاروق علی اگر کوئی منتخب حکومت چاہے تو اس کارروائی کو یا اس کے کسی حصے کو شائع کر سکتی ہے۔

سوال اس فیصلے یا کارروائی کے سلسلے میں اقلیتی فرقے نے اپنے بیرونی ہمدردوں اور بہی خواہوں کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش تو کی ہوگی۔

صاحبزادہ فاروق علی جماعت کے بڑے لیڈر مسٹر ظفر اللہ خان ذاتی طور پر یو این او کے سیکرٹری جنرل کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بارے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں کیونکہ پاکستان میں ان کے فرقے کے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ چونکہ حالات و واقعات ان کے اس بیان کے خلاف تھے اور پاکستان میں ان کے فرقے کی مبینہ کہانی ان کی من گھڑت تھی اس لئے یو این او کے سیکرٹری جنرل یا کسی بیرونی طاقت نے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی جرأت نہیں کی۔ کیونکہ حالات کی ظاہری تصویر نہ صرف ان کے بیان کی تردید کرتی تھی بلکہ اس نقشے پر مسلمان مظلوم نظر آتے تھے۔ ان کی تحریک کو بزور دبانے کی کوششیں جاری تھیں۔ لیڈروں کو گرفتار کیا جا رہا تھا۔ ہزاروں کارکن جیلوں میں تھے اور قادیانیوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے ہر طرح سے انتظام کیا گیا تھا۔ یہ تمام صورت حال دنیا کے سامنے تھی اور دوسری طرف پورے عالم اسلام کی خواہش تھی کہ اس فرقے کا اصل مقام متعین کر کے مسلمانوں کے مشتعل جذبات کو ٹھنڈا کیا جائے اور تحریک کے نتیجے میں پاکستان کو کسی طرح نقصان نہ پہنچے۔ یہ تمام باتیں مسٹر ظفر اللہ خان کے خلاف تھیں۔ آخر دنیا اندھی تو نہیں کہ وہ جھوٹ اور سچ کے درمیان فرق نہ کرے۔

سوال شنید ہے کہ مفتی محمود مرحوم نے مرزا پر جرح کی تو آپ نے انہیں جرح کرنے سے روک دیا۔ اگر یہ درست ہے تو آپ کے دعوی غیر جانبداری کی کیا حیثیت ہے؟

صاحبزادہ فاروق علی مفتی محمود واحد ایسے ممبر تھے جنہوں نے مرزا ناصر احمد سے ذاتی حیثیت سے چند سوالات کئے جو مخفی قسم کے تھے ان کو روکا نہیں گیا۔ البتہ مرزا ناصر احمد نے مفتی محمود کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کیا لیکن میں نے سپیکر کی حیثیت سے ان پر واضح کیا کہ انہیں نہ صرف مفتی محمود کے سوالات کا جواب دینا ہو گا بلکہ اگر کسی اور ممبر نے سوال کیا تو اس کا جواب دینے کے بھی وہ پابند ہیں حتی کہ وہ چاہیں تو خود بھی کسی ممبر پر سوال کر سکتے ہیں۔ وہ ممبر بھی ان کے سوال کا جواب دے گا۔ ہمیں افہام و تفہیم کی غرض سے ایک اچھے خوشگوار ماحول میں بات کرنی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو مفتی صاحب مرحوم کو سوال کرنے سے روکا گیا اور نہ انہوں نے خود زیادہ سوالات کئے۔ اسمبلی کی جملہ کارروائی ٹیپ ہوتی ہے۔ یہ کارروائی بھی ٹیپ ہوئی تھی۔ اس کا ریکارڈ آج بھی موجود ہے۔ جس سے میرے بیان کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

براہ راست سوال و جواب کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ سوالات کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے چیئرمین اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار تھے۔ سوالات خود یحیٰی بختیار کرتے تھے۔ یہ بات پہلے ہی طے کر لی گئی تھی کہ کوئی ممبر اگر سوال کرنا چاہے تو وہ اپنا سوال اس کمیٹی کے سامنے پیش کرے۔ کمیٹی کی طرف سے یحیٰی بختیار خود ہی سوال کریں گے اس ضابطے کے مفتی صاحب بھی پابند تھے۔ لہذا میری طرف سے مفتی صاحب کو روکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تو ویسے ہی ان کا نیاز مند تھا۔

سوال ۔۔۔ اس مسئلے پر بحث کے دوران سیکولر نظریات کی حامل جماعتوں کے ممبران کا کیا رویہ تھا؟ مسٹر ولی خان اور ان کی جماعت نے کیا رول ادا کیا؟

صاحبزادہ فاروق علی ۔۔۔ سیکولر اور غیر سیکولر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ پاکستان کی تاریخ میں 1973ء کا آئین متفقہ طور پر بنا یا پھر قادیانیوں کے بارے میں یہ فیصلہ بالاتفاق ہوا۔ اس کے سوا متفقہ فیصلے کی کوئی مثال میرے علم میں نہیں۔ ولی خان کی نیپ نے اس بارے میں مفتی محمود کو اپنا قائد تسلیم کیا تھا کہ ان کی رائے ہماری رائے ہے۔ جس روز فیصلہ ہوا ولی خان سوات میں تھے۔ میں نے ان کو سوات سے بلایا وہ آئے اور انہوں نے بھی فیصلے پر دستخط کر دیئے۔

قومی اخبارات کے تبصرے

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے کو اخبارات نے بہت سراہا۔ اور اسے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کا ایک عظیم کارنامہ قرار دیا' اور اپوزیشن کو ان کا شکریہ ادا کرنے کا مشورہ دیا۔
روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنے ادارتی کالم میں اس فیصلے پر یوں تبصرہ کیا۔

"یہ امر انتہائی اطمینان و امتنان کا باعث ہے کہ دور غلامی کی یادگار نوے سالہ پرانے قادیانی مسئلے کا بالآخر حل تلاش کر لیا گیا ہے۔ مسئلہ طے کرنے کی غرض سے قومی اسمبلی میں حکومتی پارٹی اور حزب مخالف کے ارکان پر مشتمل جو خصوصی کمیٹی قائم کی گئی تھی اس نے مکمل اتفاق رائے سے افہام و تفہیم اور بھائی چارے کے ماحول میں جو حل تلاش کیا ہے' وہ سواد اعظم کی توقعات سے بڑھ کر ہے ۔۔۔ یہ باری تعالیٰ کی نظر کرم ہی تھی جس کی بدولت وزیر اعظم بھٹو اور ان کی پارٹی کے ارکان سے لے کر حزب مخالف تک کو یہ توفیق عطا ہوئی کہ وہ متحد و متفق ہو کر ایک ایسا مسئلہ سواد اعظم کی توقعات کے مطابق حل کر سکیں جو قریباً ایک صدی سے ملت اسلامیہ کے لئے ناسور بنا ہوا تھا۔ ۔۔۔ وزیر اعظم بھٹو بالخصوص مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے داخلی و خارجی دباؤ اور سیاسی مصلحتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے یہ نوے سالہ مسئلہ حل کرنے کیلئے جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا۔ کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ مجلس عمل اپنے جلسے میں مسٹر بھٹو کو مدعو کر کے ان کا شکریہ ادا کریں۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے بے شک ان کا دینی فریضہ تھا۔ لیکن پھر بھی وہ قوم کے شکریے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔" (1)

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنے اداریے میں وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی وعدہ وفائی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا۔

"مسٹر بھٹو نے قوم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے' جو مسئلہ سالہا سال سے حل طلب چلا آ رہا تھا اور جس کی وجہ سے پاکستان پر پہلی بار مارشل لاء کی لعنت مسلط کی گئی تھی' وہ عوام کی مرضی کے مطابق حل

کر دیا گیا ہے۔ تاہم یہ کسی ایک فرد' جماعت' یا گروہ کا نہیں' پوری قوم کے منتخب نمائندوں کا فیصلہ ہے۔" (2)

روزنامہ امروز لاہور نے پارلیمنٹ اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے ادارتی کالم میں لکھا۔

"پارلیمنٹ نے قادیانی مسئلے کی بحث ختم کر دی ہے۔ اس نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ احمدیوں کے دونوں فرقے غیر مسلم اقلیتوں میں شمار ہوں گے اور طے کیا ہے کہ جو شخص رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا کا آخری نبی نہیں مانتا' وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بہت بڑا اور تاریخی فیصلہ ہے۔ عوام کے منتخب نمائندوں نے عوام کی خواہشات اور عقائد کے مطابق متفقہ طور پر ایک ایسا مسئلہ طے کیا ہے' جو نوے سال سے وجہ نزاع بنا ہوا تھا۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے درست کہا ہے کہ جمہوری حکومت اور عوامی بالادستی کے بغیر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ماضی میں یہ سوال کئی بار پیدا ہوا اور متعدد مرتبہ امن و امان کے لئے بھی خطرہ بنا مگر وہ حکومتیں جو اپنی اسلام پسندی کا ڈھنڈورا پیٹتی رہتی تھیں اور کبھی کفر کے فتووں کا ہدف نہیں بنی تھیں یا پھر تشدد کے ذریعے عوام کو دبانے کی کوشش کرتی رہیں مسئلہ حل نہ کر سکیں حالانکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ عام مسلمانوں نے قادیانیوں کو کبھی قبول نہیں کیا۔ یہ مسئلہ طے ہوا تو ایک ایسی قیادت کے دور میں جس کے خلاف 70-1969ء میں کفر کے فتوے صادر کئے گئے اور اس کی دشمنی میں یحییٰ خان کو مجاہد اسلام کا خطاب دیا گیا۔ الزام تراشی کی اس مہم میں کئی ایسے علماء بھی پیش پیش رہے جو آج قادیانی مسئلہ حل کرنے پر وزیر اعظم بھٹو کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ اگر عوام ان کے فتووں اور تقریروں سے متاثر ہوتے اور انہی انتخابات میں پیپلز پارٹی کامیاب نہ ہوتی اور عوام اس کی بھرپور تائید نہ کرتے تو آج بھی قادیانی مسئلہ طے نہ ہوتا۔ یہ پہلو علماء اور عوام کی توجہ اور غور و فکر کا مستحق ہے۔" (3)

اپوزیشن کا اطمینان و امتنان اور بھٹو کو مبارکباد

پاکستان کی تاریخ میں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اپوزیشن نے حکومت کے کسی فیصلے پر اطمینان و امتنان کا اظہار کیا ہو یا حکومت کی کسی اعلیٰ کارکردگی پر اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو مبارکباد پیش کی ہو۔ لیکن وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو وہ خوش نصیب شخص تھے جن کی حکومت کے دوران دو بار ایسا ہوا۔ پہلی مرتبہ جب 1973ء کا آئین بنایا گیا اور دوسری بار جب انہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ یہاں چند لیڈروں کے اخباری بیانات نقل کرتا ہوں جو انہوں نے بل کی منظوری کے بعد دیئے۔

جمعیت علمائے پاکستان

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ سیال شریف' مظہور الحسن بھوپالی' حاجی زاہد علی' مولانا محمد حسن حقانی (ارکان سندھ اسمبلی) نے مسرت کا اظہار کیا۔ (4)

گوجرانوالہ میں جمعیت کے مولانا عبدالعزیز چشتی نے خطاب کیا اور ارکان قومی اسمبلی و سینٹ کو خراج تحسین پیش کیا۔ (5)

ملک محمد اکبر ساقی اور مولانا غلام قادر اشرفی نے کہا کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا تاریخ اسلام کا عظیم کارنامہ ہے۔ (6)

مولانا شاہ احمد نورانی نے مولانا فضل الرحمن مدنی کو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر تہنیتی تار کے جواب میں یہ تار دیا۔ "قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا عالم اسلام کے جذبات کی صحیح ترجمانی ہے۔" (7)

جمعیت علمائے پاکستان کے نائب صدر مخدوم زادہ قاضی اسرار الحق نے ذوالفقار علی بھٹو اور پارلیمینٹ کے ارکان کو مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ختم نبوت پر اتنا ہی ایمان رکھتے ہیں جس قدر کوئی دوسرا شخص اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے اسی قدر عقیدت رکھتے ہیں جس قدر علماء یا عام مسلمان رکھتے ہیں۔ وہ اکثریتی پارٹی کے لیڈر ہیں اگر وہ اس مسئلہ میں عوام اور علماء کا ساتھ نہ دیتے تو یہ مسئلہ شاید پہلے کی طرح حل طلب ہی رہتا۔ (8)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف نے اس فیصلے کا ان الفاظ میں خیر مقدم کیا۔ "پاکستان کی قومی اسمبلی کا یہ متفقہ فیصلہ مبنی حق ہے اور لائق ہزار آفریں و تحسین ہے۔ ہر وہ فرد' ہر وہ جماعت خواہ وہ حزب اقتدار ہو یا حزب اختلاف اپنی حسن نیت اور اخلاص کے مطابق بارگاہ رب العزت میں اجر و ثواب کی مستحق ہے۔" (9)

مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا "میرا خیال ہے ماحول ہی ایسا بن گیا تھا کسی کو مرزائیوں کی حمایت کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔ باہر کے جلسے' جلوسوں اور منظم جدوجہد نے اندر فضا کو ٹھیک اور معاملات کو درست رخ پر رکھا پھر اندر مرزا ناصر نے اپنے کیس کو جو پہلے ہی بہت خراب تھا مزید خراب کیا۔ میں اس امکان کو بھی بالکل رد نہیں کرتا کہ مرزائیوں کی بڑھتی قوت سے خود پیپلز پارٹی کی قیادت خائف ہو چکی تھی۔" (10)

جمعیت علمائے اسلام

جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل اور پارلیمانی لیڈر مولانا مفتی محمود نے اس تاریخی فیصلے پر

پوری قوم کو مبارکباد دی ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کی ہمت' اتحاد اور جذبے سے یہ تاریخی فیصلہ ہوا ہے۔ اور بلاشبہ چودہ سو سال کے مختلف ادوار کے دوران یہ ایک انتہائی اہم فیصلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو اس طلیف سے جو الجھاؤ تھا وہ اس فیصلے سے ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے قومی اسمبلی کے ارکان کا پارٹی اور سیاست سے بالاتر ہو کر بل پاس کرنے کا شکریہ ادا کیا۔ (11)

مولانا غلام غوث ہزاروی نے اسمبلی میں کہا کہ بل مکمل اور بھرپور حمایت کا متقاضی ہے اور ایوان کی طرف سے اس کی تعریف کی جانی چاہئے۔ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ موجودہ حکومت نے احمدیوں کا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اور وہ اس پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو فیصلہ کیا گیا ہے۔ وہ سنہری حروف میں لکھا جائے۔ (12)

قادیانیوں کے بارے میں پارلیمینٹ کا فیصلہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ (مفتی محمد شفیع) (13)

مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحکیم (ارکان قومی اسمبلی) عبدالقیوم خان' پیر صفی الدین اور ملک اختر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ وزیراعظم بھٹو نے اللہ تعالیٰ' رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کر لی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سات ستمبر کا دن قومی دن کے طور پر منایا جائے۔ (14)

جماعت اسلامی

جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے پر اظہار مسرت کیا۔ انہوں نے ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عوام' طلباء' مشائخ' دینی و سیاسی جماعتوں اور قومی اسمبلی کی متفقہ کوششوں سے وہ مسئلہ بھی آخر حل ہو گیا ہے جو نوے سال سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم اندرونی خطرہ بنا ہوا تھا۔ (15)

پیپلز پارٹی اور خود وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس ملک میں نوے سالہ پرانا مسئلہ حل کر کے خود کو مبارکباد کا مستحق بنا لیا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا مبارکباد کے مستحق ہیں۔ طلباء' علماء' مشائخ' پیپلز پارٹی اور خود مسٹر بھٹو بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (16)

جماعت اسلامی کے رکن قومی اسمبلی پروفیسر غفور احمد نے کہا "قادیانی مسئلہ کے بارے میں تمام مکاتب فکر کے نمائندوں نے جو فیصلہ کیا تھا اس سے قطعی طور پر متفق ہوں۔" (17)

تحریک استقلال

تحریک استقلال کے جونیئر قصوری اور سینئر قصوری نے اسمبلی کے اندر بل کی منظوری کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ لیکن 7 ستمبر کے اجلاس میں انہوں نے بلاوجہ واک آؤٹ کیا۔ حکومتی پارٹی نے ان کا واک آؤٹ ختم کرایا۔ بل کی منظوری کے بعد تحریک استقلال نے بھی اطمینان و امتنان کا اظہار کیا۔ پارٹی کے سربراہ ایئر مارشل اصغر خان نے کہا۔

"آج کا دن بڑا مبارک ہے۔ قادیانیوں کے مسئلہ کا حل بہت بڑی کامیابی ہے۔" (18)

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس کارنامہ پر اطمینان و امتنان کا اظہار کیا۔ مجلس عمل کی طرف سے ایک اخباری بیان جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا اسلامی تاریخ کا اہم فیصلہ ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر وزیر اعظم نے پورے عالم اسلام کا دل جیت لیا ہے۔ اقلیت قرار دینے کا فیصلہ بروقت اور انتہائی دانشمندانہ ہے۔ (19) مجلس عمل نے اپیل کی کہ جمعہ 13 ستمبر کو ملک بھر میں یوم تشکر منایا جائے۔ (20) چنانچہ 13 ستمبر کو ملک بھر میں لوگوں نے یوم تشکر منایا۔ مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ مساجد میں خصوصی اجلاس ہوئے اور وزیر اعظم بھٹو کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

نیشنل عوامی پارٹی

ولی خان کی نیشنل عوامی پارٹی نے اس مسئلے پر کوئی خاص کردار ادا نہیں کیا۔ ان کی پارٹی سے تعلق رکھنے والے ایک سینیٹر شہزادہ گل نے حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ آئینی ترامیم کے بارے میں سینٹ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ (21) مولانا عبدالحکیم نے نیپ کے لیڈر کے متعلق کہا "ولی خان نے قادیانیوں کے مسئلے پر پراسرار خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔" (22) لیکن صاحبزادہ فاروق علی خان کے بقول "ولی خان کی نیپ نے اس بارے میں مفتی محمود کو اپنا قائد تسلیم کیا تھا کہ ان کی رائے ہماری رائے ہے جس روز فیصلہ ہوا ولی خان سوات میں تھے۔ میں نے ان کو سوات سے بلایا۔ وہ آئے اور انہوں نے بھی فیصلے پر دستخط کر دیئے۔ (23) یہاں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ 30 جون کو جو قرارداد شاہ احمد نورانی نے پیش کی تھی اس پر نیشنل عوامی پارٹی کے ارکان نے بھی بعد میں دستخط کر دیئے تھے۔ (24)

پاکستان پیپلز پارٹی

یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں میں سے پنجاب کے وزیر اعلیٰ حنیف رامے اور وزیر اطلاعات و نشریات مولانا کوثر نیازی نے اس بل کی منظوری کے بعد اسے حکومت کی ایک عظیم کامیابی قرار دیا۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ حنیف رامے کے اخباری بیانات ملاحظہ فرمائیں۔

"وزیر اعظم بھٹو کی دانشمندانہ قیادت میں اس سنگین مسئلہ کا تصفیہ ہو گیا جو نوے سال سے مسلم معاشرے میں کشیدگی کا سبب بنا ہوا تھا۔" (25)

"قادیانی مسئلہ کو حل کر کے پیپلز پارٹی نے اسلام کی عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔" (26)

مولانا کوثر نیازی وزیر اطلاعات و نشریات نے کہا۔

"قادیانیوں کے بارے میں تاریخی فیصلے کا عالم اسلام میں پرجوش خیر مقدم کیا جائے گا۔" (27)

قومی اسمبلی کے اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان نے فرمایا۔

"قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ارکان اسمبلی نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔" (28)

ہفت روزہ چٹان لاہور کا تبصرہ

خدائے لایزال کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسا مسئلہ جو ملت اسلامیہ کے لئے نوے برس سے ایک خطرناک پرابلم کی صورت اختیار کر چکا تھا اور اب اس کی شہ رگ حیات کے لئے خنجر براں تھا۔ بالآخر 7 ستمبر 1974ء کو مسلمانوں کی اجتماعی خواہش کے مطابق حل ہو گیا اور قومی اسمبلی نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں ایک ایسی جامع و مانع قرارداد منظور کی جو تمام آئینی مراحل طے کرنے کے بعد ایک بل کی شکل میں نافذ ہو گئی کہ اب اس کے بعد قادیانی مسئلہ پاکستان میں ہمیشہ کے لئے طے پا گیا ہے۔ بانس ہی نہ رہا تو بانسری کیا بجے گی۔ اس مسئلے سے مسلمانوں میں جو عظیم اضطراب تھا اس کا اظہار قیام پاکستان سے پہلے مختلف صورتوں میں ہوتا رہا۔ ہر دور میں علماء و فضلاء نے قادیانی نبوت اور اس کے پیروؤں کا شدید سے شدید محاسبہ کیا لیکن حکومت برطانیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے ہی الفاظ میں اس خود کاشتہ پودے کی پشتیبان تھی۔ اس نے حسب ضرورت اس کی آبیاری کی لیکن حکومت کی زبردست سرپرستی کے باوجود مسلمانوں کے احتساب میں سر مو فرق نہ آیا۔ علماء نے دینی محاذ پر مرزا صاحب کی نبوت کو پے در پے شکستیں دیں۔ اور فضلاء نے اس کی خانہ ساز نبوت کا پوسٹ مارٹم کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ چار لاکھ فرضی مند قادیانی امت میں شامل ہو گئے لیکن برعظیم کے مسلمانوں نے ہندوستان کے اس متنبی کذاب کو روز اول سے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ پھر جب اس فرقے نے محمد عربی (ﷺ) کی امت میں نقب لگا کر پیدا

گیا کیا وہ تمام سیاسی عزائم واضح ہوئے جو برطانوی استعمار کی رضا جوئی کے لئے قادیانی ملت کا تخلیقی جزو تھے؟ ہندوستان میں عبقری اور نابغہ مسلمانوں کے سب سے بڑے راہنما علامہ اقبال نے قادیانی نبوت "قادیانی خلافت اور قادیانی امت کا اس علمی انداز میں محاسبہ و تجزیہ کیا کہ تمام مسلمان جو اس جماعت کو مسلمانوں میں شمار کرتے تھے ان کے اعمال و افکار سے چوکنا ہو گئے۔ اور اس مطالبہ کو روز بروز تقویت حاصل ہوتی چلی گئی کہ قادیانی جو اپنے تئیں احمدی کہلاتے ہیں اپنے ملحدانہ عقائد کے باعث دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ انہیں مسلمانوں میں رہنے کا حق نہیں۔ ان کے لئے صحیح مقام یہی ہے کہ حکومت انہیں ایک علیحدہ اقلیت قرار دے۔

پاکستان بنا تو مرزائی قادیان سے اٹھ کر لاہور آ گئے پھر انگریز گورنر سر فرانسس موڈی سے کوڑیوں کے بھاؤ ربوہ کی زمین حاصل کی اور وہاں سے پاکستان کے مختلف حصوں میں اپنی فرمانروائی کا منصوبہ تیار کرنے لگے۔ مرزا ناصر تو عقل کے کورے ہیں لیکن مرزا بشیر الدین محمود کرنل لارنس کی سی شاطرانہ ذہنیت کے مالک تھے۔ انہوں نے پاکستان میں اقتدار کا خواب دیکھنا شروع کیا حتیٰ کہ بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔ جب ان کی سیاسی پخت و پز خطرناک ہو گئی تو علماء میں زبردست ہیجان پیدا ہو گیا۔ تمام علماء نے اکٹھا ہو کر مزاحمت کا بیڑا اٹھایا۔ مجلس عمل کی بنیاد رکھی۔ راست اقدام کیا لیکن اس وقت کے بدبخت حکمرانوں نے ملت اسلامیہ کے متفقہ مطالبے کو ٹھکرا دیا مارشل لاء لگایا۔ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ سینکڑوں نوجوان گولیوں سے بھونے ——— منیر انکوائری کمیٹی نے تحقیقات شروع کیں تو خواجہ ناظم الدین نے کھلے بندوں کہا کہ وہ ظفر اللہ کو علیحدہ کرنے یا مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ ماننے سے اس لئے قاصر تھے کہ پاکستان میں خوراک کا بحران تھا اور امریکہ ظفر اللہ کے بغیر ایک دانہ گندم دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ گویا اسلام دانہ گندم پر قربان کر دیا گیا۔

میں یہ اعلان کرتا رہا کہ مسٹر بھٹو ہی قادیانی امت کو ملت اسلامیہ سے خارج کر کے اقلیت قرار دیں گے۔ الحمد اللہ یہی ہوا۔ آج یہ عظیم کارنامہ مسٹر بھٹو نے ہی سرانجام دیا ہے۔ انہوں نے ملت اسلامیہ سے 13 رجون کے عظیم نشریہ میں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا اور اس طرح پورا کیا کہ آج پاکستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ کائنات کے مسلمان ان کے شکر گزار ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی آواز کو پروان چڑھایا۔ تمام پارٹیوں کی متفقہ خواہش پر صاد کیا بلکہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں اس حد تک غیرت ایمانی اور جرأت اسلامی کا ثبوت دیا کہ پاکستان میں ہمیشہ کے لئے فرضی نبوتوں کا دروازہ بند ہو گیا ———
مسٹر بھٹو نے اس فیصلے اور اقدام سے پچھلی تمام حکومتوں کو مات دے دی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے دربار میں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ انہوں نے ختم نبوت کی پاسبانی کی ہے۔ ان کی عزت کا محافظ اللہ ہو گا اور وہ جلد ہی محسوس کریں گے کہ انہوں نے ایک مسئلہ حل نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے دل جیت لئے ہیں۔ آج ہر گھر میں مرد عورتیں بچے بچیاں ان کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ جو کام بڑے بڑے الحاج

وزیر اعظم نہ کر سکے اور نظریہ پاکستان کی اجارہ دار کھیپ سے نہ ہو سکا وہ کام بھٹو نے کیا اور اس طرح کیا کہ ہمارے پاس ان کے لئے تشکر و امتنان کے الفاظ نہیں۔ ——— (شورش کاشمیری) (۲۹)

ہفت روزہ لیل و نہار لاہور کا تبصرہ

7 ستمبر رحمتیں لے آیا ——— عوام کے منتخب نمائندوں نے یک آواز ہو کر مرزائی گروہوں قادیانی اور لاہوری کو مسلمانوں سے الگ کر دیا۔ اب یہ حضرات آئینی اور قانونی طور پر بھی غیر مسلم قرار پائے۔ پورا ملک اس فیصلے کی خبر سنتے ہی جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ ہر طرف مسرت کی لہر دوڑی اور یوں اطمینان کا سکہ بیٹھا کہ حضور ختم المرسلین ﷺ کے سامنے سرخروئی ہو گی۔
اس فیصلے کا کریڈٹ سب مسلمانوں کا حق ہے۔ حزب اقتدار " حزب اختلاف " علماء " طلبہ " سیاسی کارکن " صحافی سب نے اپنا فرض ادا کیا۔ مرزائیت کے خد و خال اُجاگر کئے اور اس کی کج تصویر دیکھی بھی اور دکھائی بھی۔ اب یہی تصویر دستور کے صفحات پر ثبت ہو گئی ہے۔
اس اعلان "اس دستوری ترمیم کے بعد ملک بھر میں رواداری اور خیر سگالی کی جو فضا پیدا ہوئی۔ امید ہے وہ مزید آگے بڑھے۔ اب دوسرے مسائل پر بھی گروہی اغراض کی بجائے قومی مقاصد سامنے رکھ کر غور ہو گا اور ان کا حل تلاش کرنے کی سعی ہو گی۔ بلوچستان کا مسئلہ اس ضمن میں اہم ترین ہے اور سب کی توجہ کا طالب۔
اہل اقتدار اور اہل اختلاف پر لازم ہے جنگ و جدال کو ختم کریں کہ دینی اسلامی اور جمہوری اقدار کے فروغ کے لئے تعاون سے گریز نہ کریں۔ کھلے دل کے ساتھ ہاتھ بھی کھلے رکھیں "آگے بڑھنے کے لئے نیک جذبوں کو تھامنے کے لئے ——— (رجب الرحمن شامی) (۳۰)

ماہنامہ "الجامعہ" کا تبصرہ

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ عالم اسلام کا وہ ناسور جس نے ملت اسلامیہ کے سارے جسم کو مسموم بنا رکھا تھا پاکستانی عوام کے بے مثال اتحاد' اراکین قومی اسمبلی کے جذبۂ ایمانی' حکومت اور حزب اختلاف کے باہمی تعاون اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت اور دینی حمیت کی بدولت جسد ملت سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا اور وہ قادیانی مسئلہ جو نوے سال میں حل نہیں ہوا تھا صرف ایک سو دنوں میں ہمیشہ کے لئے حل ہو گیا۔ اب انشاء اللہ قادیانیوں کو جرأت نہیں ہو گی کہ وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ساری دنیا کو دھوکہ دیتے پھریں اور اسلام کے گھر میں بیٹھ کر اس کی بیخ کنی میں مصروف رہیں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ افریقی ممالک میں جہاں قادیانیت اسلام کا روپ دھار کر اشاعت پذیر ہو رہی تھی

اب اس کے قدم رک جائیں گے کیونکہ پاکستان کے اس فیصلے کو سارے عالمِ اسلام نے انتہائی خوشدلی سے تسلیم کر لیا ہے اور افریقی مسلمان ملت کے سوادِ اعظم سے الگ ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی اسمبلی کی ترمیمات پر پوری دیانتداری اور کامل تندہی سے عمل کیا جائے۔ ہمیں امید کرنی چاہیے کہ وزیرِ اعظم بذاتِ خود اس کام میں دلچسپی لیں گے اور ملکی مفادات کے پیشِ نظر جلد از جلد قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹا کر پاکستانی عوام کے دلوں کو مسرور کریں گے۔ ساتھ ہی ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ عوام ہمہ وقت چوکنا رہیں تاکہ نہ اس ملک کے دشمن اس کی سالمیت اور وقار کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ یہاں کے امن و امان میں کسی قسم کا خلل واقع ہو۔ (41)

معرکۂ ختمِ نبوت (42)

جنابِ ذوالفقار علی بھٹو کی نذر

ناموسِ مصطفیٰ کے نگہدار، زندہ باد
میرِ اُمم کے غاشیہ بردار، زندہ باد

نوّے برس کا ایک قضیہ کیا ہے طے
بادہ گسارِ احمدِ مختار، زندہ باد

سر کر لیا ہے ختمِ نبوت کا معرکہ
زندہ دلانِ لشکرِ احرار، زندہ باد

جھکتا نہیں ہے پرچمِ دینِ ہدیٰ کبھی
رکتی نہیں ہے دین کی للکار، زندہ باد

پرچم ہے سرفراز رسالت مآب کا
لایا ہے رنگ جذبۂ ایثار، زندہ باد

از بسکہ ذوالفقار علی بے نیام ہے
خنجر بکف ہے قافلہ سالار، زندہ باد

اہلِ وفا کے دل میں تمیز کی ہے لگن
اہلِ وفا کے عشق کی رفتار، زندہ باد

برطانوی نژاد نبوت کا ارتحال
نرغے میں آ گئے ہیں سیہ کار، زندہ باد

بھٹو کا نام زندۂ جاوید ہو گیا
شورش شکست کھا گئے اشرار، زندہ باد

شورش کاشمیری

ذوالفقار علی (43)

اے صمصامِ علیؓ، بطلِ جلیلِ ملتِ بیضا
اے شیرِ بیشۂ حق و صداقت قائدِ والا

رہے تو زندہ و پائندہ عالم میں بصد عظمت
تجھے اپنی اماں میں رکھے ربِ دنیا و عقبیٰ

ہو تجھ پر فضلِ باری سایہ افگن ہر زمانے میں
کرم گستر رہیں تجھ پر ہمیشہ ساقیِ بطحا

حقیقت میں تو وہ اسلام کا پُر معظم ہے
کہ جس کی قوتِ ایماں سے باطل کا فسوں ٹوٹا

مسیلمہ، اسودِ عنسی یہاں سے ہو گئے رخصت
زمینِ پاک میں صدیقؓ کی یادیں ہوئیں تازہ

تکبیر اللہ اکبر کا زبانوں پر ہوا جاری
لگایا زور سے مخلوق نے نعرہ رسالت کا

بحمد اللہ ہوئی پھر ختم نوّے سال کی لعنت
ہے انیس سو ترپن کے شہیدوں کا لہو چمکا

خدا راضی، نبیؐ راضی، علیؓ راضی، ولی راضی
ہوئے تجھ پر، ملا جن سے تجھے طغرائے سعادت کا

علی وجہ البصیرت میں بھی کچھ اظہار کرتا ہوں
کہ فردا عرصۂ محشر میں جب مہرِ فلک چمکا

تو تجھ پر سایہ افگن ہوں گے الطافِ خداوندی
نکل جائے گا تیرے دل سے کھٹکا خوفِ محشر کا

جلو میں تیرے ہوں گے عاملانِ دینِ حق واللہ
شہیدِ باصفا بھی ہوں گے حصہ تیرے لشکر کا

چلیں گے طالبانِ علم بھی تیری رفاقت میں
جنہیں اللہ نے رشتہ نبوت کا شرف بخشا

حضور سیدِ والا ﷺ شفاعت کے لئے ہوں گے
عطا ہو گا تجھے ان سے جمیلہ قصرِ جنت کا

تو اس شان و تجمل سے بہ تحسین ہمہ عالم
قدم رکھے گا جنت میں ثنائے ذوالمنن کرتا

فرشتے مرحبا کہتے ہوئے آئیں گے اے ناظم
اٹھے گا شور و غل حوروں میں بھی اہلاً و سہلاً کا

(بشیر حسین ناظم)

بل کی درجہ بدرجہ منظوری

(1) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 8 ستمبر 1974ء
(2) روزنامہ "مشرق" لاہور، 8 ستمبر 1974ء
(3) روزنامہ "امروز" لاہور، 8 ستمبر 1974ء
(4) روزنامہ "امروز" لاہور، 9 ستمبر 1974ء
(5) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 14 ستمبر 1974ء
(6) روزنامہ "امروز" لاہور، 15 ستمبر 1974ء
(7) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 23 ستمبر 1974ء
(8) روزنامہ "مساوات" لاہور، 12 ستمبر 1974ء
(9) ماہنامہ "ضیائے حرم" بھیرہ، دسمبر 1974ء، ص 14-
(10) ہفت روزہ "لیل و نہار" لاہور، ستمبر 1974ء
(11) روزنامہ "مساوات" لاہور، 8 ستمبر 1974ء
(12) ایضاً
(13) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 9 ستمبر 1974ء
(14) روزنامہ "مساوات" لاہور، 9 ستمبر 1974ء
(15) ایضاً 8 ستمبر 1974ء
(16) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 14 ستمبر 1974ء
(17) روزنامہ "مساوات" لاہور، 10 ستمبر 1974
(18) روزنامہ "مشرق" لاہور/نوائے وقت لاہور، 8 ستمبر 1974ء
(19) ایضاً
(20) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 9 ستمبر 1974ء
(21) روزنامہ "مساوات" لاہور، 8 ستمبر 1974ء
(22) روزنامہ "مشرق" لاہور، 10 ستمبر 1974ء
(23) روزنامہ "جنگ" لاہور، جمعہ میگزین 33، 9 ستمبر 1974ء
(24) ماہنامہ "ضیائے حرم" بھیرہ، دسمبر 1974ء، ص 31
(25) روزنامہ "مشرق" لاہور، 8 ستمبر 1974ء۔

(26) ایضاً 9، ستمبر 1974ء۔

(27) ایضاً 11، ستمبر 1974ء

(28) روزنامہ "نوائے وقت" 27، ستمبر 1974ء

(29) ہفت روزہ چٹان لاہور 10، 14، ستمبر 1974ء۔ ص 3 تا 5۔

(30) ہفت روزہ "لیل و نہار" لاہور 2، 8 جون 1974ء۔ ص 3

(31) ماہنامہ "الجامعہ" محمدی شریف ضلع جھنگ اکتوبر، نومبر 1974ء۔ ص 3۔

(32) ہفت روزہ چٹان لاہور 10 تا 14، ستمبر 1974ء، ص 2

(33) روزنامہ مساوات لاہور 15، ستمبر 1974ء

باب دوازدہم

قادیانی مسئلہ کا حل اور بھٹو حکومت کا استحکام

قادیانی مسئلہ حل کرنے کا سہرا بھٹو حکومت کے سر ہے۔ اگر وہ اپنی جماعت کے ارکان پر کسی قسم کا دباؤ ڈالتے تو یہ آئینی ترمیم نہ ہو سکتی تھی۔ بھٹو کے اس کارنامے کا رد عمل بھٹو حکومت کے استحکام کا باعث بنا۔ پنجاب اسمبلی کی متحدہ اپوزیشن کے ڈپٹی لیڈر میاں خورشید انور سمیت متعدد ارکان پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ جمعیت علمائے اسلام کے شیخ اقبال نے بھی حکمران پارٹی میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اس کا اعلان وزیر اعلیٰ پنجاب جناب حنیف رامے نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں کیا تھا۔ اب ہاؤس میں 186 کے ایوان میں اپوزیشن بنچوں پر صرف تیرہ ارکان باقی رہ گئے۔ حزب اقتدار میں چلے جانے والوں نے کہا قادیانی مسئلہ حل کرنے کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ ان ارکان میں میاں خورشید انور، اکرم علی اسلم، چودھری محمد نواز، راجہ جمیل، خانزادہ تاج محمد، چودھری محمد نواز، احسان الحق پراچہ، میاں محمد افضل حیات، خالق داد بندیال، رائے عمر حیات کھرل، مرزا افضل حق، ملک مظفر خان، ملک فتح خان اور مصطفیٰ ظفر قریشی شامل تھے۔ ان کا تعلق کونسل مسلم لیگ، جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام سے تھا۔[1] موجودہ دور کی اصطلاح میں اسے ہارس ٹریڈنگ کہا جا سکتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھٹو کو پنجاب اسمبلی میں غالب اکثریت حاصل تھی انہیں ہارس ٹریڈنگ کی کیا ضرورت تھی۔ موجودہ دور کی سندھ اسمبلی میں جام یا مظفر شاہ کی ہارس ٹریڈنگ تو ان کی مجبوری تھی بلکہ ارکان اسمبلی خود ہی بھٹو کے اس عظیم کارنامے سے متاثر ہو کر حزب اختلاف کو چھوڑ کر حزب اقتدار میں جا گھسے تھے۔

یوم تشکر

منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کا پرجوش خیر مقدم ہوا۔ عوام نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔ رات کو چراغاں کیا گیا اور مٹھائی بانٹی گئی۔ (4) مرزائیوں کے اسلام سے خارج ہونے اور ان کے اقلیت قرار دیے جانے کا اعلان ہوتے ہی تمام ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بعض بڑے بڑے شہروں میں خیراتیں کی گئیں اور جشن منائے گئے۔ گوجرانوالہ اور لائل پور (فیصل آباد) میں مٹھائی فروشوں نے خبر آتے ہی اپنی تمام مٹھائیاں غرباء میں مفت تقسیم کر دیں۔ اس کے بعد گوشت کے چھوٹے گئے اور دیگیں پکا کر تقسیم کرنے کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ لاہور میں لوگوں کی بے پناہ خوشی کا عالم یہ تھا کہ مختلف بازار اور مختلف ادارے پلاؤ کی دیگیں، حلوہ پوریاں، نان منوں کی تعداد میں کئی روز تک تقسیم کرتے رہے۔ اندرون شہر تسلسل سے جشن منایا جاتا رہا۔ ایک ایک بازار میں کم از کم پندرہ اور زیادہ سے زیادہ پچاس دیگیں تقسیم کی گئیں۔ (4)

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے جمعۃ المبارک 13 ستمبر 1974ء کو ملک بھر میں یوم تشکر منانے کی اپیل کی۔ (4) شورش کاشمیری نے لکھا "ہم مسلمانوں سے اپیل کریں گے کہ اس روز وہ اپنے مکانوں پر چراغاں کریں، خیرات کریں اور اس خاتمہ کا جشن منائیں کہ اللہ کی رحمتیں ان پر نازل ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نماز شکرانہ پڑھی جائے۔" (4) اس اپیل پر عوام الناس نے اپنی استطاعت کے مطابق یوم تشکر منایا اور 14 ستمبر 1974ء کے اخبارات نے یوم تشکر منائے جانے کی خبروں کو جلی سرخیوں سے شائع کیا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ بھٹو صاحب کی حکومت کو اتنا کریڈٹ نہیں ملا جس کے وہ خواہاں اور مستحق تھے۔ اس کا اظہار بھٹو صاحب نے بعد میں اپنے وزراء کی میٹنگ میں بھی کیا تھا۔

مولانا کوثر نیازی رقمطراز ہیں "یہ 15 ستمبر 1974ء کی ایک رات تھی۔ وزیر اعظم بھٹو نے فرائض منصبی نمٹانے کے بعد عبدالحفیظ پیرزادہ، رفیع رضا اور مجھے ڈنر کے لئے اپنی قیام گاہ پر روک لیا تھا۔ وہ حسب معمول تھوڑا سا بھنا ہوا قیمہ اپنی پلیٹ میں رکھے بیٹھے تھے۔ بے تاثر چہرے کے ساتھ ہم تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے بولے

"یوم تشکر جس انداز میں منایا گیا اس کا حکومت کو کیا فائدہ ہوا؟"

وہ احمدیوں سے متعلق آئینی ترمیم کا حوالہ دے رہے تھے جس کی خوشی میں پاکستان بھر میں یوم تشکر منایا گیا تھا۔ بھٹو صاحب کا خیال تھا کہ آئین میں اس ترمیم کا جو کریڈٹ حکومت کو ملنا چاہئے تھا وہ نہیں ملا۔ ان کو شکایت تھی کہ ۔۔۔۔ "مولوی لوگ زبردستی اس کا سہرا اپنے سر باندھ رہے ہیں۔ جس کے لئے ہمیں لوگوں کو اصل صورت حال بتانا چاہئے۔"

"لوگ اصل صورت حال جانتے ہیں۔" جناب حفیظ نے اپنے روایتی انداز میں کہا۔"

"مولویوں کے کتنے آدمی اسمبلیوں میں ہیں؟ عوام انہیں خوب جانتے ہیں۔ وہ ان کے کہنے پر ووٹوں کے قریب بھی نہیں آئیں گے۔ میرے خیال میں تو حکومت کو پورا کریڈٹ ملا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے مولانا" وزیر اعظم نے نیم وا آنکھوں اور دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے سوال کیا ۔۔۔۔ ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ کر کے میں نے محتاط انداز میں یوں شروع کیا۔

"یہ درست ہے کہ علماء اس کا سہرا اپنے سر باندھ رہے ہیں کیونکہ وہ ایک مدت سے یہ مسئلہ اٹھا رہے تھے۔ ان کی طرف سے قربانیاں بھی دی گئیں لیکن فیصلہ تو بہر حال آپ کی حکومت نے کیا ہے اس اقدام سے مذہبی حلقوں میں آپ کی مقبولیت یقیناً بڑھی ہے۔" (4)

اقوام عالم کا رد عمل

پاکستان پیپلز پارٹی اور اپوزیشن کے ارکان اسمبلی کی مشترکہ کوششوں سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر اسرائیل کے علاوہ کسی ملک نے بھی قادیانی حمایت میں کوئی بیان نہیں دیا اور کہیں سے اس فیصلے کی مذمت کی کوئی خبر پاکستانی اخبارات میں نہیں شائع ہوئی۔ پاکستان کے اس فیصلے پر پاسبان حرم شاہ فیصل شہید نے خوشی کا اظہار کیا۔ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے نام اپنے پیغام میں انہوں نے کہا کہ ہم پاکستانی عوام کے دینی جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ (4) دوسرے اسلامی ممالک میں اس فیصلے پر مسرت و اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ لیبیا، مراکش اور تیونس میں اس فیصلے پر بے حد خوشی کی گئی۔ نائیجیریا میں عامۃ المسلمین نے اطمینان کا سانس لیا۔ افریقہ میں کسی اسلامی ریاست کیلئے قادیانی مسئلہ کسی اعتبار سے قابل التفات نہیں رہا۔ ایک آدھ عیسائی یا مخلوط ریاست میں پاکستان کے فیصلے کا جائزہ لیا گیا اور اس کے حکمران جو ایک مدت سے قادیانی مشن کی سرگرمیوں کے متعلق مشکوک تھے دوبارہ ان کے تبلیغی وفود پر غور کرنے لگے۔ اگر کسی ریاست کو فی الواقعہ اس فیصلے سے کسی دائرے میں کوئی صدمہ یا حیرت ہوئی تو وہ اسرائیل تھا کیونکہ وہ عرب ریاستوں سے زیادہ پاکستان کو خطرناک سمجھتا ہے۔ قادیانی پاکستان میں اسرائیل کے جاسوس کا رول ادا کر رہے تھے۔ (4) چونکہ وہ مسلمانوں میں گھلے ملے ہوئے تھے اس لئے ان پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جاتا تھا اور مسلمان بن کر مسلمانان پاکستان کو اندر سے دیمک کی طرح کھوکھلا کر رہے تھے۔ اس لئے جب وہ بے نقاب ہو گئے تو اسرائیل خوب چیخا۔ امریکہ ۔۔۔۔ تو ذوالفقار علی بھٹو کو حکومت سنبھالتے ہی کہہ چکا تھا کہ قادیانی ہمارا فرقہ ہیں ان کا ہر طرح سے خیال رکھنا۔ امریکہ نے خاموشی سے زبان بند کر لی لیکن بھٹو کو منظر سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔

رابطہ عالم اسلامی کا اظہار اطمینان و امتنان

مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں جو مرکز اسلام کی حیثیت رکھتا ہے۔ ربیع الاول 1394ھ مطابق اپریل 1974ء کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام اسلام کی دینی تنظیموں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس میں اسلامی ممالک اور مسلم آبادیوں کی 144 تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ یہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کا نمائندہ اجتماع تھا۔ اس میں مرزائیت کے بارے میں جو قرارداد منظور ہوئی وہ مرزائیت کے کفر ہونے پر اجماع امت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کانفرنس میں تمام اسلامی ممالک سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ قادیانیوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیں اور قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں۔ کسی قادیانی کو کسی اسلامی ملک میں کوئی بھی ذمہ دارانہ عہدہ نہ دیا جائے۔ قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات سے لوگوں کو خبردار کیا جائے۔ (9)

اتفاق سے اس قرارداد کی منظوری کے چند ماہ بعد ہی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس پر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سیکرٹری جنرل شیخ محمد صالح نے اپنے ایک بیان میں کہا "قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ پاکستانی عوام کی اسلام سے گہری وابستگی کا آئینہ دار ہے۔ تمام مسلمان حکومتیں اپنے اپنے ملک میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں"(10) ادھر پاکستان میں جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی لیڈر اور ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے رابطہ عالم اسلامی سے درخواست کی کہ پاکستان میں قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ سے پورے عالم اسلام کو آگاہ کیا جائے۔ (11)

تحریک ختم نبوت کے اسیروں کی رہائی

تحریک ختم نبوت کے دوران حکومت کو امن وامان قائم رکھنے کے لئے بعض لوگوں کو مجبوراً قید کرنا پڑا تھا۔ جب اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو بھٹو مرحوم نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کئے گئے ______ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے تو ہمارے لئے ممکن ہو گا کہ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا۔" (12)

بھٹو کی اس یقین دہانی کے باوجود اپوزیشن کے لیڈر اسیران تحریک کی فوری رہائی کے بارے میں

اخبارات میں بیان جاری کرتے رہے۔ ادھر اپوزیشن میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں ادھر وزیر اطلاعات کوثر نیازی کا یہ بیان اخبارات میں چھپا "وزیر اعظم نے تحریک ختم نبوت کے تمام اسیروں کو فوراً رہا کرنے کا حکم دے دیا۔" (13) اور دوسرے دن تمام اسیروں کو رہا کر دیا گیا۔ اگرچہ حکومت نے گیارہ بارہ دن کی تاخیر سے قیدیوں کو رہا کیا لیکن یہ تاخیر کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ اس دوران عوام نے بھی نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر محمد حنیف رامے نے اپنے بیان میں کہا کہ رہا ہونے والے افراد امن و سکون اور اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں گے۔" (14) حالانکہ ربوہ سے تعلق رکھنے والے عناصر کی غلط رپورٹوں پر ان افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔

قادیانی مسئلہ کا حل اور بھٹو حکومت کا استحکام

(1) ہفت روزہ "لیل و نہار" لاہور' ستمبر 1974ء۔
(2) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' 8 ستمبر 1974ء۔
(3) ہفت روزہ "چٹان" لاہور' ص 5' ستمبر 1974ء۔
(4) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' 9 ستمبر 1974ء۔
(5) ہفت روزہ "چٹان" لاہور' ستمبر 1974ء۔ ص 5
(6) کوثر نیازی۔ اور لائن کٹ گئی۔ ص 15' 14' جنگ پبلشرز لاہور۔
(7) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' 29 ستمبر 1974ء۔ ص 9۔
(8) ہفت روزہ "چٹان" لاہور' 30 ستمبر 1974ء۔ ص 9۔
(9) قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف' ص 102 105' مکتبہ امدادیہ ملتان
(10) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' 13 ستمبر 1974ء۔
(11) ایضاً' 15 ستمبر 1974ء۔
(12) روزنامہ "مساوات" لاہور' 8 ستمبر 1974ء۔
(13) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' 18 ستمبر 1974ء۔
(14) ہفت روزہ "چٹان" لاہور' 23 ستمبر 1974ء۔ ص 4۔

باب سیز دہم

بھٹو کو سزائے موت ...... ایک قادیانی سازش

1970ء کے الیکشن میں قادیانیوں نے من حیث القوم پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے تھے۔ الیکشن سے قبل مرحوم وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ذہن میں قادیانی ملت کی وہ تصویر نہیں تھی جو بعد میں ابھری۔ 4 ستمبر 1974ء کو میجر عزیز بھٹی کے مقام شہادت پر شہداء کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مرحوم بھٹو نے فرمایا تھا "لیفٹیننٹ جنرل اختر ملک کی یادگار بھی چاہئے۔ اگر یہ اب نہ ہوا تو جب پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئے گی' ان کی یادگار ضرور قائم کرے گی۔" (1) یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ لیفٹیننٹ جنرل اختر ملک قادیانی تھا۔ اس لئے اس کی یادگار بنانے کی مخالفت کی گئی تھی۔ الیکشن میں احمدیوں کی حمایت کا ذکر بھٹو صاحب نے اپنی ایک تقریر میں بھی کیا تھا۔ "گزشتہ عام انتخابات میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے تھے۔ لیکن انہوں نے ہمیں خرید تو نہیں لیا۔" (2) مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے مغرب میں تعلیم حاصل کی اور وہ سیکولر خیالات کے حامی تھے لیکن جب انہوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو انہیں جلد ہی پتہ چل گیا کہ قادیانی مسلمانوں اور پاکستان کے مار آستین ہیں۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد ذوالفقار علی بھٹو مرحوم جب سربراہ مملکت کی حیثیت سے پہلی مرتبہ امریکہ کے دورہ پر گئے تو امریکی صدر نے انہیں ہدایت کی کہ پاکستان میں قادیانی جماعت ہمارا ایسٹ ([illegible]) ہے۔ ان کا آپ ہر لحاظ سے خیال رکھیں۔ دوسری مرتبہ جب امریکہ کا سرکاری دورہ ہوا تب بھی یہی بات دہرائی گئی۔ اس کا انکشاف اپنے اقتدار کے آخری ایام میں یہ کہتے ہوئے کیا تھا کہ یہ بات میرے پاس

امانت تھی۔ ریکارڈ کی خاطر پہلی مرتبہ انکشاف کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے، بھٹو جیسا ذہین شخص اچھی طرح سمجھ گیا ہو گا کہ قادیانیوں کو ہاتھ ڈالنا آسان نہیں کیونکہ ان کی امریکہ پشت پناہی کر رہا ہے۔ بھٹو کے دور حکومت میں اختیارات سے تجاوز، فرائض منصبی سے غفلت، نااہلی اور رشوت کے باعث کئی گریڈ 22 افسروں کو جبراً ریٹائر کر دیا گیا۔ بعض سینئر قادیانی افسروں نے کئی مسلمانوں فارغ کر کے اپنے مذہب کے افراد کو بھرتی کر لیا۔ پاکستانی فضائیہ کے سابق ایئر مارشل ظفر چودھری بڑے متعصب قادیانی اور سخت طبیعت کے مالک تھے۔ انہوں نے ایئر فورس پر مرزائیوں کو قابض کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے۔ جب بھی بھرتی کا مرحلہ آیا تو ہم عقیدہ افراد کو فوقیت دی گئی۔ ایک دفعہ ظفر چودھری کے ہاتھوں کورٹ مارشل کی بھینٹ چڑھنے والے ایک مسلم فضائی افسر نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تک رسائی حاصل کی اور انہیں ظفر چودھری کی گھٹیا ذہنیت سے آگاہ کیا۔ یہ لرزہ خیز داستان سن کر مسٹر بھٹو بہت حیران ہوئے۔ کہتے ہیں اس روز بھٹو صاحب بہت پریشان تھے۔ ان کے ماتھے پر "معنی خیز شکن ابھر آئی اور کہا "اچھا یہ ہے ان کا اصل روپ۔" اس سے بھٹو مرحوم کے ذہن میں قادیانیوں کے بارے میں نفرت پیدا ہو گئی اور ان پر اس ملت کا اصل روپ کھل گیا۔ اس واقعے کے چند دن بعد ظفر چودھری یا ان کے کسی ہم عقیدہ افسر نے طیاروں کی ایک تعداد کا گروپ تشکیل دے کر ربوہ کے سالانہ جلسے پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنے کو بھیجا۔ جہازوں کے اس گروپ نے سر اجلاس مرزا ناصر احمد کو عسکری انداز میں سلام کیا۔ یہ رپورٹ پوری آب و تاب کے ساتھ مختلف رسائل میں شائع ہوئی۔ بھٹو مرحوم کو خفیہ ذرائع سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔ اس سے انہیں قادیانیوں کے مستقبل کے مذموم منصوبوں کا کچھ اندازہ ہو گیا اور قادیانیوں کے بارے میں انہوں نے اپنی پالیسی تبدیل کر لی۔ 25 جولائی 1974ء کو جسٹس صمدانی کی عدالت میں فوری نوعیت کا بیان سماعت کیا گیا۔ فاضل ٹریبونل نے 31 اگست کو اسکے اہم اجزاء خبر رساں ایجنسیوں کے حوالے کئے جو آئندہ روز اشاعت پذیر ہوئے۔ بیان ہوا کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی صدارت میں بعض سرکردہ قادیانیوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو راستے سے ہٹا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ ایک تقریب میں انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس سے پہلے ایئر مارشل ظفر چودھری نے اپنی سبکدوشی کے بعد مسٹر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ قتل کی سازش خود حکومت کے علم میں آئی۔ مزید برآں یہ کہ مسٹر ایم ایم احمد کے ایک رشتہ دار کے گھر سے وائرلیس ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوئے تھے۔

صمدانی ٹریبونل نے قادیانیوں کے چہرے کے تمام حجاب اٹھا دیئے اور مرحوم بھٹو نے عیار قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے 13 جون 1974ء کو اپنے نشری خطاب میں فرمایا تھا "میں مسلمان ہوں۔ مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ کلمہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا اور کلمہ کے ساتھ مروں گا۔ ختم نبوت پر میرا ایمان کامل ہے ...... انشاءاللہ عوام کے تعاون سے قادیانیوں کا

مسئلہ مستقل طور پر حل کر دوں گا۔ یہ اعزاز بھی مجھے ہی حاصل ہو گا اور یوم حساب خدا کے سامنے اس کام کے باعث سرخرو ہوں گا۔" وزیراعظم بھٹو نے اپنے وعدے کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کر دیا اس کے بعد قادیانیوں نے بھٹو کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کا اندازہ تھا کہ اب ہم ماضی کی طرح مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دے سکیں گے۔ قادیانیوں کے اسرائیل کے یہودیوں سے تعلقات ایک کھلا راز ہیں۔ جب 1974ء میں جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تو اسرائیل کے یہود کو اپنے قادیانی رفقاء کی سازشیں طشت از بام ہونے کا بڑا دکھ ہوا۔ دسمبر 1976ء میں یہودی نژاد سابق امریکی وزیر خارجہ مسٹر ہنری کسنجر بھٹو مرحوم سے بات چیت کرنے پاکستان آئے۔ دراصل وہ پاکستان کو ری پراسسنگ پلانٹ کے حصول سے منع کرنے آئے تھے۔ مگر بھٹو ان کے کسی دباؤ میں نہیں آئے۔ تو کسنجر نے چڑ کر کہا

"مسٹر پرائم منسٹر! ہم آپ کا حشر کر دیں گے۔"

بھٹو نے اطمینان سے جواب دیا " بے شک جو چاہے کیجئے لیکن پاکستان یہ صلاحیت حاصل کر کے رہے گا۔"

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو یہ علم تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینے پر انہیں امریکہ معاف نہیں کرے گا اور امریکہ انہیں پہلے ہی وارننگ دے چکا تھا۔ مولانا تاج محمود جلسے روزہ "لولاک" "فیصل آباد" کے ایڈیٹر کے والد کے مطابق 1974ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران علماء کے ایک وفد نے وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ یہ میٹنگ بڑی دلچسپ اور حوصلہ افزاء تھی اور اس میں بھٹو صاحب کو قادیانیوں کی سیاسی سازشوں سے آگاہ کیا گیا تھا۔ جب علماء کرام واپس ہو رہے تھے تو مسٹر بھٹو نے قائد وفد کو پیچھے سے آواز دے کر بلایا اور کہا "مولوی صاحب! میں اس مقدس مقصد اور عظیم مطالبے کو دل و جان سے تسلیم کر چکا ہوں اور انشاءاللہ میری حکومت برسوں پرانے اس قضیے کا آئینی سدباب کر دے گی۔ مگر یہ حقیقت بھی جانتا ہوں کہ آپ لوگ ایک طرح سے میری گردن میں امریکہ کی پھانسی کا پھندہ ڈال رہے ہیں۔"

5 جولائی 1977ء کو جنرل محمد ضیاءالحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ دیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس پر ہر قادیانی نے سکھ کا سانس لیا۔ ایک مرتبہ پھر قادیانی سرگرم عمل ہو گئے اور انہوں نے بھٹو کو لقمہ اجل بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ ضیاء حکومت نے بھٹو کے خلاف نواب محمد احمد خان کے قتل کا مقدمہ حکومتی سربراہی میں چلایا۔ اس مقدمہ میں مسعود محمود وعدہ معاف گواہ تھا۔ یہ شخص ایف ایس ایف کا ڈائریکٹر اور متعصب قادیانی تھا۔ یہ سلطانی گواہ ہی بھٹو کی سزائے موت کا سبب بنا۔ اس کو احمد رضا قصوری اور ذوالفقار علی بھٹو دونوں سے دشمنی تھی کیونکہ بھٹو نے ان کی ملت کو ملت اسلامیہ سے الگ کر کے غیر مسلم قرار دے دیا تھا اور احمد رضا قصوری نے اسمبلی کی کارروائی کے دوران اس کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تھے۔ اس لئے ان کو قتل کرانے کے لئے مسعود محمود نے بھٹو کی ایما

کے بغیر حملہ کرایا تھا۔ خوش قسمتی سے احمد رضا قصوری بچ گئے اور ان کے والد نواب محمد احمد خان کو لقمہ اجل بننا پڑا۔ اس کا اقرار مسعود محمود نے میاں افتخار احمد تارڑ اور چودھری محمد ارشاد کے سامنے کیا تھا۔ (10) اس سے واضح ہوتا ہے کہ بھٹو مرحوم کو قادیانی مسئلہ حل کرنے کی پاداش میں حکومت اور جان دونوں سے محروم ہونا پڑا۔ جب بھٹو مرحوم قادیانی عداوت کی بھینٹ چڑھ گئے تو سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے اپنی تنگ نظر فطرت اور خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ایک محفل میں کہا تھا کہ "بھٹو کا باون سال کی عمر میں مرنا' مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ باون سال کی عمر میں ایک کتا مرے گا۔" (11)

بھٹو کی سزائے موت پر مفتی اعظم دیو بند کا فتویٰ ☆

جب ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت سنائی گئی اور سپریم کورٹ نے بھی اس فیصلے کی توثیق کر دی اس پر عمل ہونے سے قبل بین الاقوامی شہرت رکھنے والے مرکز دارالعلوم دیو بند (بھارت) محکمہ قضا کے سربراہ سید احمد علی سعید مفتی اعظم ہند نے درج ذیل فتویٰ جاری کیا۔

"ذوالفقار علی بھٹو کو دی گئی موت کی سزا اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔ ہر مسلمان اور فرد کو اس وقت یہ دیکھنا کہ وہ قوم جو اسلامی احکام کے نفاذ کا مطالبہ کر رہی ہے اور وہ حکومت جو اسلامی احکام کے نفاذ کا وعدہ کر رہی ہے۔ اس کے دور حکومت میں ایک عظیم حادثہ ہونے جا رہا ہے جو اسلام اور شریعت کے احکام کے قطعاً خلاف ہے لیکن وہ حضرت جنہوں نے الیکشن کی غلط کاریوں کے نام سے اسلام کا نام لے کر ایک ہنگامہ کھڑا کیا تھا وہ بھی آج اس غیر اسلامی عظیم حادثہ پر اپنے لبوں پر خاموشی لگائے ہوئے ہیں۔

دعویٰ یہ ہے کہ احمد رضا قصوری اور ان کے والد ایک کار میں جا رہے تھے کار پر حملہ ہوا گولیاں چلیں مقصد تھا احمد رضا قصوری کو مار دینا لیکن وہ بچ گئے اور ان کے والد گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

یہ نہیں کہا گیا کہ بھٹو نے گولی چلائی بلکہ گولیاں چلانے والے بھٹو کے آلہ کار تھے کہا جاتا ہے کہ خفیہ پولیس کے ذریعے کرایا گیا۔ اسلامی اور مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) قانون کی رو سے یہ قتل خطا ہے۔ اس لئے کہ احمد رضا قصوری کو قتل کرنا مقصود تھا اور قتل خطا میں قتل کرنے والے پر بھی قصاص نہیں۔ جیل کی صعوبتیں نہیں بلکہ کفارہ ہے۔ پھر شرعی حکم تو یہ ہے کہ اگر چند افراد ایک شخص پر ایک ساتھ حملہ کر کے اس کو قتل کر دیں تو جس نے زخم کاری لگایا جس سے موت واقع ہوئی صرف اس سے قصاص لیا جائے گا' دوسروں سے نہیں اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ بھٹو نے قتل کا حکم دیا تھا اور اس کا شرعی ثبوت بھی فراہم ہو گیا تو پھر بھی اسلامی اور شرعی قانون کی رو سے بھٹو پر قصاص نہیں آتا اور ان کو پھانسی نہیں دی جا سکتی۔ لیکن وہ عدالت جس کے سامنے

☆ روزنامہ "امن" کراچی۔ 3 جنوری 1989ء

بھٹو کو مجرم بنا کر پیش کیا گیا ایک ہی نہیں کئی افراد کو پھانسی کا حکم دے رہی ہے۔ یعنی جن جن کو سازش میں ملوث کیا گیا ان سب کو گردن زدنی قرار دے دیا گیا۔

یہ فیصلہ اسلام اور مصطفوی قانون کے خلاف ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ فوجداری یا فوجی عدالت کے قانون کے تحت ایسا ہوتا ہے تو اس عظیم واقع اور حادثے میں اسلامی احکام کے نفاذ کا نام لینے والوں اور مطالبہ کرنے والوں پر کیا یہ اسلامی فریضہ عائد نہیں ہوتا کہ کم از کم وہ یہی اعلان کر دیتے کہ یہ فیصلہ احکام اسلامی کے قطعاً خلاف ہے۔ بجائے اس کے ایسی خلاف شرع سزا اور حکم کو سراہنا اسلام اور اس کے احکام اور اسلامی حکومت کو بدنام کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ جن کو مسائل اور احکام شریعت سے واقفیت ہے۔ ان کے نزدیک یہ فیصلہ اور وہ بھی اسلامی قوانین کے نفاذ کا نام لینے اور وعدہ کرنے والوں کی طرف سے 'اسلامی احکام کے خلاف اور توہین ہے اور اگر فقہاء اور دانشوروں کا طبقہ اس کو ظلم عظیم سے تعبیر کرے تو اعتراض نہیں کیا جا سکے گا۔ ظلم اور ظالم کے بارے میں قرآن حکیم میں خود قیدیں اور سزائیں ہیں ان کو کون پڑھا لکھا نہیں جانتا۔

یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس مضمون سے میرا مقصد کسی ملک کے معاملات میں مداخلت کرنا نہیں ہے بلکہ جو لوگ اسلام اور مصطفوی نظام کے اجراء کا مطالبہ کر رہے ہیں اور جس حکومت نے مصطفوی نظام کے نفاذ کا بار بار وعدہ کیا اور کر رہی ہے۔ اس کو اور عالم اسلام اور پوری دنیا کو یہ بتانا ضروری ہے کہ بھٹو کو دی گئی سزا غیر اسلامی اور مصطفوی نظام کے سراسر خلاف ہے۔

جس مقدمہ میں بھٹو کو سزا دی گئی ہے۔ اس میں بھٹو قید و بند کی سزا کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ کیونکہ مقدمہ قتل کا ہے۔ جس کی نوعیت قتل خطائی ہے۔ جس میں نہ قصاص ہے نہ جیل کی کوٹھڑی

پروفیسر رفیع اللہ شہاب کی رائے ☆

1984ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ کے ایک سابق چیئرمین سی اے قادر نے ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں شیخ انوار الحق سابق چیف جسٹس آف پاکستان پروفیسر رفیع اللہ شہاب اور دیگر جج صاحبان مدعو تھے۔ جسٹس انوار الحق نے رفیع اللہ شہاب سے بھٹو کے بارے میں اپنے فیصلے کے بارے میں رائے پوچھی گئی دراصل وہ اسلامی نقطہ نظر سے اس مقدمے پر ایک سکالر کی رائے پوچھنا چاہتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے انہیں بتایا کہ اخباری تفصیلات کے مطابق اس مقدمے کا فیصلہ انگریزی قوانین کے مطابق کیا گیا ہے یہ مقدمہ ایک سلطانی گواہ کے گرد گھومتا رہا تھا اور اس کے مطابق اس کا فیصلہ ہوا تھا۔ جبکہ اسلامی قانون میں سرے سے سلطانی گواہ کا تصور ہی موجود نہیں۔ اس لئے اسلامی قانون کی روشنی میں مقدمے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

☆ رفیع اللہ شہاب' پروفیسر' منصب حکومت اور مسلمان عورت۔ ص 134 سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

(1) روزنامہ پاکستان ٹائمز (انگریزی) 8؍ ستمبر 1970ء۔

(2) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 14؍ جولائی 1974ء۔

(3) قادیانیت کا سیاسی تجزیہ۔ ص 35۔

(4) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ 18؍ اگست 1973ء۔

(5) رائے محمد کمال، قادیانی امت اور پاکستان، ص 46 ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

(6) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، یکم؍ اگست 1974ء/ روزنامہ مشرق لاہور، یکم؍ اگست 1974ء

(7) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 14؍ جون 1974ء۔

(8) ماہنامہ "مون ڈائجسٹ" لاہور، جلد 7 شمارہ 6 ص 239۔

(9) رائے محمد کمال، قادیانی امت اور پاکستان ص 72۔

(10) ماہنامہ "مون ڈائجسٹ" لاہور، ص 241۔

(11) ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی 26؍ جون تا 2؍ جولائی 1987ء۔

باب چہاردہم

قادیانی مسئلہ حل کرنے کا سہرا کس کے سر؟

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ قادیانی مسئلہ حل کرنے کا سہرا مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے سر ہے۔ انھوں نے اس جماعت کے لوگوں کو "غیر مسلم" قرار دیا جس نے 1970ء کے الیکشن میں انہیں ووٹ دینے کے علاوہ ہر طرح سے ان کی انتخابی مہم میں حصہ لیا تھا۔ مگر جب مرحوم پر قادیانیوں کا اصل چہرہ عیاں ہو گیا اور ان کی اسلام اور پاکستان کے خلاف سرگرمیوں سے آگاہی ہو گئی تو انہوں نے انتہائی فہم و فراست سے اس مسئلے کو اسمبلی میں پیش کر کے قادیانیوں کو امتِ مسلمہ سے اس طرح نکال باہر کیا جیسے مکھن سے بال نکالا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ بعض نام نہاد صحافیوں اور مولویوں نے اس کا کریڈٹ بھی جنرل ضیاء الحق کے کھاتے میں ڈال دیا۔ یا للعجب!

جنرل ضیاء الحق نے جولائی 1977ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے 1973ء کے آئین کو معطل کر دیا۔ 1977ء سے 1984ء تک قادیانی اصولاً "غیر مسلم" نہیں رہے کیونکہ وہ آئین جس کے مطابق قادیانی غیر مسلم تھے نافذ العمل ہی نہیں رہا۔ 1983ء میں ضیاء الحق کے ساتھ 35 علماء نے ان سے ملاقات کر کے انہیں یاد دلایا کہ امیر المومنین ایک آرڈیننس جاری فرمائیے کہ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ انہوں نے علماء کے اس مشورے کو شرف پذیرائی بخشا اور اسی نشست میں آرڈیننس پر دستخط کر دیئے۔ 35 علماء نے گفتگو کے لئے جو چار نمائندے منتخب کئے تھے ان میں مفتی محمد حسین نعیمی اور عبدالقادر روپڑی بھی شامل تھے۔ عبدالقادر روپڑی نے فوراً اس قلم کو پکڑا جس سے جنرل

صاحب نے قادیانیوں کو کافر قرار دینے والے آرڈیننس پر دستخط کئے تھے اور اس قلم کو چوم لیا۔ ان کا یہ عمل جنرل ضیاء الحق کا منظورِ نظر بننے اور ان کی مزید عنایات کے حصول کے لئے تھا۔ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ اہلحدیث ہیں۔ روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی جالی مبارک کے بوسے پر فتوے صادر کرنے والے نے ضیاء الحق کے قلم کو چوم کر اپنے دامن کو شرک کے چھینٹوں سے آلودہ کر لیا اور تبرکات کا بوسہ لینے کو جائز سمجھنے والے مفتی نعیمی سے بھی بازی لے گئے۔ چنانچہ اس طرح پانچ برس تک ضیاء کے اقدام کے باعث قادیانی "غیر مسلم" نہ رہنے کے بعد پھر "غیر مسلم" قرار پائے۔ یا د رکھیے! جنرل ضیاء الحق بھی بڑے ہی زیرک انسان تھے۔ اسلام کے نام پر قوم کو گیارہ سال بیوقوف بنایا، زکوٰۃ و عشر کمیٹیاں اور صلوٰۃ کمیٹیاں بنا کر اسلام کو یہاں تک محدود کر دیا 6ر فروری 1993ء کے اخبارات نے "مردِ مومن" کے ایک اور کارنامے سے پردہ اٹھایا ہے کہ ستمبر 1980ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ضیاء الحق کی تقریر سے پہلے قاری شاکر قاسمی نے اسمبلی کے ہال میں قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی تھی۔ مگر جنرل نے محض شہرت کی خاطر اسمبلی کے باہر ریکارڈ کی گئی تلاوت کو پاکستانی ٹی وی پر ٹیلی کاسٹ کروایا اور سیکرٹری اطلاعات کو سختی سے منع کیا گیا کہ اس راز کو فاش نہ کرے۔ جنرل صاحب نے قادیانیوں سے متعلق دو آرڈیننسز جاری کئے تھے۔ آپ آئندہ صفحات میں دونوں آرڈیننسز ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن جنرل ضیاء الحق کو قادیانی مسئلہ حل کرنے کا کریڈٹ نہیں مل سکتا کیونکہ ان کے اقتدار پر قابض ہونے سے قریباً تین برس قبل بھٹو مرحوم اس مسئلے کو بڑے احسن طریقے سے حل کر چکے تھے۔ اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ ایک شخص انتہائی دلکش عمارت بنائے۔ جس سے قبل کوئی ایسی خوبصورت عمارت نہ بنائی گئی ہو۔ ایک شخص آ کر اس علاقے پر قبضہ کر لے جس کے ایک حصہ پر وہ عمارت بنائی گئی تھی۔ پھر عمارت کو مسمار کر دے اور پانچ سال تک وہاں عمارت نظر نہ آئے۔ اب اسی نقشے کو سامنے رکھ کر بالکل اسی انداز میں عمارت کھڑی کرے۔ تو یہ دوسرا شخص کسی طرح سے داد کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ اس کے سامنے ایک ماڈل تھا۔ کوئی کام پہلی مرتبہ کرنا مشکل ہوتا ہے دوسری مرتبہ تو صرف نقالی ہوتی ہے۔ پھر جنرل صاحب نے تو آرڈیننس جاری کیا تھا۔ جو وہ اپنی ذاتی حیثیت سے جاری کر سکتے تھے۔ بھٹو کا کمال یہ ہے کہ اس نے اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں پیش کیا پھر قادیانیوں کے دونوں گروہوں کے سربراہوں کو وہاں آنے کی اجازت دی۔ عوامی نمائندوں نے علماء کرام کے سوالات اور مرزا قادیانی کی ہفوات کو سنا جس کا قادیانی راہنماؤں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ کئی دنوں کے بعد جب پوری قومی اسمبلی مطمئن ہو گیا تو اسمبلی میں بل پیش کیا۔ قومی اسمبلی سے منظوری کے بعد سینٹ سے اسی روز اس مسودے کو منظور کرایا۔ ضیاء الحق صاحب 1985ء میں منتخب ہونے والی اپنے پسندیدہ افراد پر مشتمل اسمبلی سے بھی شریعت بل منظور نہ کرا سکے۔ یہ بات الگ ہے کہ اپنی کرسی مضبوط کرنے کے لئے اسی اسمبلی سے انہوں نے آٹھویں ترمیم کا بل منظور کروالیا۔

جنرل ضیاء الحق نے پہلا آرڈیننس مئی 1984ء میں جاری کیا۔ جس میں یہ توثیق کی گئی کہ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ دوسرا آرڈیننس (امتناع قادیانیت) جون 1984ء میں جاری کیا گیا۔ اس کے ذریعے جنرل صاحب نے قادیانیوں کو اذان دینے، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کہنے یا مسلمانوں کی مذہبی اصطلاحات استعمال کرنے اور اپنے جھوٹے مذہب کا پرچار کرنے سے روک دیا تھا۔ اس آرڈیننس کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں سات اپیلوں کی سماعت 30ر جنوری 1993ء سے چار فروری 1993ء تک ہوتی رہی۔ سرِدست عدالت عظمیٰ نے اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ جنرل صاحب کی طرف سے جاری کیا گیا یہ آرڈیننس اب آئین کا حصہ بن چکا ہے اور قادیانیوں کو مسلمانوں کے روپ میں اپنے جھوٹے مذہب کے پرچار کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ آرڈیننس برقرار رہنا چاہئے کیونکہ اس کے اختتام سے قادیانی آستینوں کے سانپ بن کر ایک بار پھر ملت اسلامیہ اور پاکستان کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔

باب پانزدہم

جنرل ضیاء الحق کا نافذ کردہ آرڈیننس مجریہ 1982ء

قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئینی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصے سے شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ان شبہات کو دور کرنے کی غرض سے صدر مملکت نے گزشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال 1982ء (صدارتی فرمان نمبر 8 مجریہ سال 1982ء) جاری کیا تھا جس کی رُو سے اعلان کیا گیا ہے اور مزید توثیق کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء (نمبر 27 مجریہ سال 1981ء) کے تبدیل اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کی شمولیت سے ان ترامیم کا جو اس کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور' 1973ء' میں قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں مسلسل متاثر ہوا ہے اور نہ ہو گا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور' 1973ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گی۔ نیز قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) "غیر مسلم" کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور نہ ہو گی' اور وہ بدستور "غیر مسلم" ہیں۔ وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چہ میگوئیوں کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے تھا مگر بایں ہمہ چند مفاد پرست عناصر حقائق کا رخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کرنے میں بدستور کوشاں نظر آتے ہیں۔ ان عناصر کی ریشہ دوانیوں کا مؤثر طریقے سے سدباب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحت اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفرالحق قائم مقام وزیر قانون و پارلیمانی امور نے قاری سعید الرحمن اور مولانا سمیع الحق، ممبران وفاقی کونسل، کی جانب سے قادیانی کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحاریک التواء کے متعلق مورخہ 12 / اپریل 1982ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیر موصوف نے اس مسئلے کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء کے آرٹیکل 260 میں شق (3) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ متذکرہ بالا آئینی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال 1976ء میں دفعہ 47۔ الف کا اضافہ کیا جس کا تعلق غیر مسلم اقلیتی نشستوں سے ہے۔ اس جدید دفعہ 47۔ الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو "غیر مسلموں" کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئینی حیثیت بطور "غیر مسلم" اقلیت متعین ہو جانے کی بنا پر معرض وجود میں آئی۔ اسی طرح ایوان ہائے پارلیمان و صوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال 1977ء (فرمان صدر بعد از اعلان نمبر 5 مجریہ سال 1977ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر 17 مجریہ سال 1978ء ترمیم کر کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے سلسلے میں اہلیت اور نا اہلیت کے متعلق "مسلم" اور "غیر مسلم" کے الگ الگ زمرے طے کر دیئے گئے۔ جس کے نتیجے میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے انتخابات کے لئے اہل قرار نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کا نام "مسلمانوں" یا "غیر مسلموں" کی نشستوں سے متعلق جداگانہ انتخابی فہرستوں میں سے کسی ایک میں درج نہ ہو۔

بعد ازاں فرمان عارضی دستور مجریہ سال 1981ء جاری کرتے وقت بھی قادیانیوں کی متذکرہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل 2 میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء جو فی الحال معطل ہے، کے کچھ آرٹیکل کو فرمان عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل 260 کو بھی شامل کیا گیا۔ اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت کے متعلق شک کا اظہار کیا گیا، جسے دور کرنے کے لئے فرمان عارضی دستور مجریہ سال 1981ء میں آرٹیکل نمبر 1۔ الف کا اضافہ کیا گیا۔ جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ 1973ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذکر فرمان عارضی دستور مجریہ سال 1981ء کے حوالے سے ترمیم دستور (استقرار) کے فرمان مجریہ سال 1982ء میں ہے۔ فرمان عارضی دستور مجریہ

1981ء سال کے آرٹیکل 1۔ الف میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیر موصوف نے وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال (1981ء) کے جدول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مروجہ طریقہ کار کے مطابق وزارت قانون وقتاً فوقتاً ایک تنسیخی اور ترمیمی قانون کا نفاذ کرواتی ہے۔ جس کے ذریعے ان قوانین کو، جن سے مروجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہو اور جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوں، منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مروجہ طریقہ کار کے پیش نظر متذکرہ بالا وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء جاری کیا گیا۔ اس ضمن میں وزیر موصوف نے قانون عبارات عامہ بابت سال 1897ء کی دفعہ 6۔ الف کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعے کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو، ترمیمی قانون کی تنسیخ کے باوجود مؤثر رہتی ہے، بشرطیکہ ترمیمی قانون کی تنسیخ کے وقت وہ باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہو۔ اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے باوجود اس کے ذریعے معرض وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور مؤثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقا کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے یہ کہنا قطعاً بجا نہ ہو گا کہ ترمیم اسی صورت میں باقی رہے گی جبکہ متعلقہ ترمیمی قانون کا وجود باقی رہے گا۔ ترمیمی قانون منسوخ کر دیا جائے یا موجود رہے، ترمیم بہرحال نافذ العمل رہتی ہے۔ چنانچہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء کی وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء کی جدول اول میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعہ سے کی جانے والی ترامیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ بدستور قائم اور رائج ہیں۔ ان سب امور کے باوصف اس مسئلہ کو پھر سیاسی رنگ دینے اور ابہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش جاری رہی۔ لہٰذا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے "ان مقامات سے بھی بچنا چاہئے جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ پایا جائے۔" مذکورہ بالا شک و ابہام کو دور کرنے کے لئے حکومت نے ایک مزید قدم اٹھایا اور صدر مملکت نے ایک انتہائی واضح اور مکمل فرمان جاری کیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر 8 مجریہ سال 1982ء کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے۔

چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء میں ترامیم کی گئی تھیں تاکہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تاکہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان نہ رکھتا ہو یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو' یا ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو' دستور یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

اور چونکہ فرمان صدر نمبر 17 مجریہ سال 1978ء کے ذریعے منجملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم بشمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لئے علم وضع کیا گیا تھا۔

اور چونکہ فرمانِ عارضی دستور' 1981ء (فرمان سی۔ ایم۔ ایل۔ اے نمبر 1 مجریہ سال 1981ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے اپنا جز قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ "مسلم" کی تعریف کی گئی ہے جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ' خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ "غیر مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو جس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ' یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا شخص' قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو "احمدی" یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء نے دستور میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء (نمبر 27 مجریہ سال 1981ء) مسلّمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجوزہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا' جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ' جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈیننس میں واضح طور پر قرار دیا گیا ہے' مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے کی گئی ہیں مذکورہ بالا آرڈیننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا' اب 5 رجولائی 1977ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قانونی صورتِ حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لئے حسبِ ذیل فرمان جاری کیا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ (1) یہ فرمان ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال 1982ء کے نام سے موسوم ہو گا۔ (2) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

۲۔ استقرار ...... بذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء (نمبر 27 مجریہ سال 1981ء) کی جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 19 بابت سال 1974ء) کی شمولیت سے' جس کی رُو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور' 1973ء میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کی گئی تھیں۔

(الف) مذکورہ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہو گا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار ہیں یا

(ب) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں۔) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہو گی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی طور پر مسلّمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی دستور مجریہ سال 1981ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں' لہٰذا ان کے منسوخ ہو جانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر 1۔ الف میں بیان کی گئی ہے بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء (نمبر 49 بابت سال 1974ء)' جس کی رُو سے 1973ء کے دستور میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا' وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال 1981ء کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے' اس لئے دستور کے بحال ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہو گی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصّل بیان کیا جا چکا ہے' دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال 1974ء کی رُو سے جو ترامیم 1973ء کے دستور کے آرٹیکل 260 و آرٹیکل 106 میں عمل میں لائی گئی تھیں وہ بدستور قائم و نافذ ہیں۔

شائع کردہ

وزارتِ اطلاعات و نشریات
محکمہ فلم و مطبوعات' اسلام آباد
18 رمئی 1982ء

نئے آرڈیننس کا اجراء (1984ء)

قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں

پیش لفظ

صدر مملکت نے قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اور قانون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ' لاہوری گروپ' اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر) 1984ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس 26/ اپریل 1984ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ 298۔ بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی رُو سے قادیانی گروپ لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو "امیر المومنین" یا "صحابہ" یا اس کی بیوی کو "ام المومنین" یا اس کے خاندان کے افراد کو "اہل بیت" کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہے تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ کی رُو سے قادیانی گروپ لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کو بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لئے جمع کرنے یا بلانے کے لئے اس طرح کی اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح کی مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ 298۔ سی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رُو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانون فوجداری 1898ء کی دفعہ 99۔ اے میں بھی ترمیم کر دی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار' کتاب اور دیگر دستاویز کو جو تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی' کو ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 میں بھی ترمیم کر دی گئی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کر

دے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کر دے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کر لے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رُو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ ہو گیا ہے۔ آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

آرڈیننس نمبر 20 — مجریہ 1984ء

قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بناء پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

لہذا اب 5/ جولائی 1977ء کے اعلان کے بموجب اور سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اوّل

ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

1۔ یہ آرڈیننس قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر) آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

2۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۳۔ آرڈیننس' عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔

اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیرات پاکستان

(ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

۳۔ ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات

298۔ ب اور 298۔ ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 '1860ء میں باب 15 میں' دفعہ 298 الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی

۲۹۸۔ ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے

مخصوص القاب 'اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے "خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین 'خلیفہ المومنین 'خلیفۃ المسلمین 'صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔ تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے

(د) کا بھی مستوجب ہوگا۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب

2۔ میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸۔ ج

قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے

یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے "اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء

(ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی ترمیم)

۳۔ ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔ الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے دفعہ 99 "الف میں" ذیلی دفعہ (1) میں

الف۔ "الفاظ اور سکتہ "اس نوعیت کے" کے بعد الفاظ 'ہندسے 'قوسین 'حرف اور "سکتے" اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (جی جی) میں دیا گیا ہے" شامل کر دیئے جائیں گے" اور

(ب) ہندسہ اور حرف "298۔ الف کے بعد الفاظ 'ہندسے اور حرف" یا دفعہ 298۔ ب یا دفعہ 298۔ ج "شامل کر دیئے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ 298۔ الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل

اندراجات شامل کر دیئے جائیں گے۔ یعنی

1	2	3	4	5	6	7	8
298-ب	بعض مقدس شخصیات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	ایضاً	تین سال کے لئے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانے	ایضاً
298-ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) کی ترمیم

6- مغربی پاکستان آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) میں دفعہ 24 میں ذیلی دفعہ (1) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی۔ یعنی

"(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی دفعات 298-الف، 298-ب یا 298-ج میں دیا گیا ہے" "؛"

شائع کردہ

محکمہ فلم و مطبوعات، وزارت اطلاعات و نشریات، اسلام آباد، پاکستان ۲۶-۴-۱۹۸۴

باب ششم

مرزا طاہر احمد کے ارشادات

......بھٹو اور ضیاء الحق کے بارے میں

(یہ مضمون سید یوسف عرفان کا ہے جو غالباً ہفت روزہ "زندگی" لاہور میں طبع ہوا۔ حال ہی میں شائع ہونے والی پروفیسر مرزا منور کی کتاب "مشاہدہ حق کی گفتگو" میں شامل کیا گیا ہے۔ مضمون من و عن نقل کیا جا رہا ہے تاکہ آپ مضمون نگار کی الزام تراشیاں ملاحظہ کر سکیں)

ہفت روزہ "زندگی" کا شمارہ مورخہ 8 / جون تا 14 / جون نظر سے گزرا۔ اس شمارے میں عمری تحریر قیصر شاہد کی ایک خصوصی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جو کہ الحقیقت مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین چہارم جناب مرزا طاہر احمد سے مختلف انٹرویوز پر مشتمل ہے۔ یہ خصوصی رپورٹ جہاں مرزا طاہر احمد کی ذاتی "عادات و اطوار" پر روشنی ڈالتی ہے، وہاں پاکستان کے ماضی و حال کے مختلف تاریخی واقعات، اشخاص اور حوادث پر تحریک قادیان کے موجودہ سربراہ کے بیانات اور خیالات کو بحوالہ من و عن پیش کرتی ہے۔ اس مضمون کی خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ فقط اور فقط مرزا طاہر احمد کے تحریری اور قولی فرمودات کو بحوالہ پیش کر کے رقم کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ مضمون موجودہ دور کی تحریک و تاریخ قادیان پر خاصی ٹھوس معلومات فراہم کرتا ہے۔

میں اپنی اس تحریر میں مرزا طاہر احمد کی "روشن خیال عادات و اعمال" کے بارے میں کچھ عرض

پاکستان حضرت علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب بنام جواہر لال نہرو مورخہ 21 جون 1936ء کو درج ذیل الفاظ میں مسلمانان ہند کو قادیانی سرگرمیوں سے آگاہ کیا تھا ـــ "مجھے یہ بیان کرنے میں کوئی باک یا شک نہیں کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔"

(خطوط اقبال (ازبی۔ اے۔ ڈار) (انگریزی) ص۔ 162)

تیسرا سبب جو اس فرقہ قادیان کی پیپلز پارٹی یا بھٹو خاندان سے مکمل سیاسی تعاون کا باعث ہو سکتا ہے وہ ذوالفقار علی بھٹو کی سرپرستی قادیان کو یہ یقین دہانی تھی کہ وہ 1977ء کے انتخاب کی کامیابی کے بعد پاکستان کے آئین کو سیکولر کر دیں گے جس کے باعث قادیانی خود بخود مسلمان کہلانے لگیں گے کیونکہ سیکولر آئین میں مذہبی یا عقیدتی یا عقائدی بنیاد پر مرد و زن یا فرقہ و قبیلہ کی کوئی تخصیص یا تمیز نہیں ہوتی۔

پاکستان کے اس دین بیزار وزیر اعظم بھٹو کی سیکولر نیابت کو پاکستان کے مستند مؤرخ اور استاد جناب پروفیسر مرزا محمد منور نے اپنے معرکۃ الآراء طویل مضمون بعنوان "مشاہدہ حق کی گفتگو" (قومی ڈائجسٹ ضیاء الحق شہید نمبر اکتوبر 1988ء ص 370) میں ذوالفقار علی بھٹو کے ذاتی اور جماعتی حفاظتی گارڈ ایف ایس ایف کے کماندار اعلیٰ کے حوالے سے ایک مکالمہ بحوالہ قلم کیا ہے ـــ یہ کماندار اعلیٰ جون جولائی 1975ء کی گرمیوں میں مری آئے تھے اور اپنے بزرگ محترم جسٹس عبدالجبار صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرے تھے۔ انہی دنوں جسٹس عبدالجبار صاحب کے ایک محترم بزرگوار سید بشیر احمد صاحب بھی اسی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ غالباً جسٹس صاحبان دنوں میں مری میں نہیں تھے ـــ بزرگوار سید بشیر احمد، مرزا منور صاحب کے بھی محترم بزرگ تھے۔ سید صاحب بھی مکالمہ کے راوی ہیں اور انہوں نے ایف ایس ایف کے کماندار اعلیٰ سے ملاقات کے اگلے روز مرزا صاحب کو مندرجہ ذیل مکالمہ سنایا۔

سید صاحب فرماتے ہیں کہ "بھٹو صاحب شاید انتخابات 1978ء کے بجائے 1977ء میں کرائیں گے اور جہاں تک دستور و آئین کا تعلق ہے ـــ "حزب مخالف نابود کر دی جائے گی اور دستور سیکولر ہو گا۔"

اس بیان بالا کی تصدیق کے بعد یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ بھٹو صاحب کو 1977ء کے انتخابات میں وسیع پیمانے پر دھاندلی کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی فی الحقیقت ذوالفقار علی بھٹو آئندہ منتخب اسمبلی میں تقریباً 75 فیصد نشستوں کے خواہاں تھے۔ اور اسمبلی میں اس کلی اکثریت کا واضح مطلب آئین پاکستان میں "من چاہی" تبدیلی لانا تھا۔ نیز بہ معمولی تعداد حزب مخالف کی اسمبلی میں منتخب ہو کر آ جائے تو اس کو آئینی اور انتظامی معاملات میں بالکل بے اثر کر کے رکھ دیا جائے۔ اور اس طرح ان کا اسمبلی میں ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے ـــ اور اس طرح اسمبلی میں یہ واضح اکثریت ذوالفقار علی بھٹو کو دوبارہ برسر اقتدار آ کر اپنے ستمبر 1974ء کے قادیانیوں کے خلاف طوعاً و کرہاً اٹھائے جانے والے اقدام کی تلافی کا موقع عطا کر سکے جو نہ مل سکا۔ بقول مرزا طاہر احمد! "بھٹو کو یہ موقع نہ دیا گیا کہ وہ ہمارا ساتھ دے"

حالانکہ دل سے وہ ہمارے ساتھ تھا۔"

فی الحقیقت بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اپنی کسی دینی حمیت و غیرت کی بنا پر قرار نہیں دیا تھا۔ بھٹو صاحب بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ قادیانی کے مسئلہ پر خود پیپلز پارٹی کے حامیوں کی کثیر تعداد کے منحرف ہونے کا خطرہ بھٹو صاحب دیکھ رہے تھے ـــ اگر بھٹو صاحب ختم نبوت کے باب میں اپنا فیصلہ اپنی "مزاحی ڈرامہ بازی" کے باعث بھی چند روز کے لئے التوا میں ڈالتے تو ستمبر 1974ء میں ہی پورے ملک میں وسیع خون خرابہ ہوتا۔ اس وقت عوام کے جذبات بھرے ہوئے تھے۔ فوج سرحدوں کی بجائے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں پھیلا دی گئی تھی اور خطرہ تھا کہ اسی دور میں فوج مداخلت کرنے پر مجبور ہو جاتی اور اسی ریلے میں ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کی کرسی بھی بہہ جاتی جو بعد ازاں 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے ریلے میں بہہ گئی ـــ دراصل ذوالفقار علی بھٹو کو اپنی کرسی اقتدار کو بچانے کی خاطر غازی ختم نبوت کا خطاب قبول کرنے کی "رسوائی" برداشت کرنا پڑی۔ حالانکہ وہ دل سے اس کے خواہاں نہیں تھے۔ جیسا کہ مرزا طاہر احمد نے اپنے اکتوبر 1983ء کے محولہ بالا انٹرویو میں کہا ہے "بہرحال بھٹو کا یہ فیصلہ مجبوری کا فیصلہ تھا جو کہ قادیانی مزید تو بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں ـــ اور یہی سبب تھا کہ قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کا 1977ء اور 1988ء میں نہ صرف بھرپور ساتھ دیا بلکہ بھٹو کے خلاف تحریک نظام مصطفیٰ کو اپنے دیگر خواجہ تاش فرقوں کے ہمراہ اس تحریک کو ناکام بنانے کی سرتوڑ کوششیں بھی کیں۔

یہ کہانی ذوالفقار علی بھٹو کے ستمبر 1974ء کے اس اقدام کا پس منظر پیش کرتی ہے جس کے باعث قادیانیوں کو ظاہراً زک پہنچی تھی۔ مگر بعد کی داستان اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے جس کی طرف مرزا طاہر احمد نے اپنے محولہ بالا انٹرویو میں یوں اشارہ کیا ہے کہ "ضیاء الحق نے ہم پر سب سے زیادہ ظلم اٹھایا۔ کیا ہم ان سب چیزوں کو فراموش کر دیں گے؟ ہم بدلے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے۔" ـــ یہ بدلہ پُر معنی دارد؟ ضیاء الحق صاحب نے قادیانیوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ تو ایسا کیا ہے جس کے باعث قادیانیوں نے کھلم کھلا پاکستان اور امت مسلمہ پاکستان سے بدلہ لینے کی ٹھان رکھی ہے اور آج فی الحقیقت وہ پاکستان سے بدلے بھی لے رہے ہیں ـــ کیا اہل پاکستان کو پتہ ہے کہ وہ کیا واقعات اور اقدامات ہیں جن کے باعث قادیانی 1977ء سے آج تک وطن عزیز پاکستان اور امت مسلمہ سے انتقامی حساب کتاب یعنی بدلہ چکانے کے باب میں بہ شدومد مصروف کار ہیں؟ قادیانیوں کے ان انتقامی شعلوں کی جانب مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے ایک انٹرویو مشمولہ ہفت روزہ تکبیر میں ضیاء الحق شہید کی نمبر 1989ء کے صفحہ نمبر 61 میں اشارتاً ذکر مرقوم ہے۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ!

"جب وہ مجلس شوریٰ پاکستان کے رکن تھے تو پینتیس (35) رکنی علماء کرام کے ایک وفد نے (1981ء) میں صدر مملکت سے ملاقات کی۔ ان علماء نے گفتگو کے لئے چار نمائندگان مقرر کئے جن میں، میں بھی شامل تھا ـــ صدر مملکت نے اسی نشست میں علماء کا ایک اہم مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے

ایک صدارتی آرڈیننس پر دستخط کئے جس کی رو سے قادیانی غیر مسلم قرار پائے تھے۔ واضح رہے کہ قبل ازیں ایک فرمان جاری ہوا تھا جس سے آئین کی وہ ترمیم ساقط ہو گئی تھی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا صدر ضیاء الحق نے علماء کے اس مطالبے کو پذیرائی بخشتے ہوئے علماء کی موجودگی میں متعلقہ آرڈیننس پر دستخط کئے۔"

جہاں تک صدر ضیاء الحق کے قادیانیوں کے خلاف مختلف بیانات اور عملی اقدامات کا تعلق ہے، وہ بے شمار ہیں۔ یہاں مختصراً چند اقتباسات پر اکتفا کیا جائے گا۔ مثلاً 14، اگست 1985ء کو بین الاقوامی ختم نبوت کانفرنس منعقدہ لندن میں صدر محمد ضیاء الحق نے تصور ختم نبوت کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے پیغام میں کہا تھا کہ!

"" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم المرسلین ہونے کا تصور نہ صرف مسلمان کی حیثیت سے ہمارے دین کا بنیادی ستون ہے بلکہ یہ تصور عالم انسانی کے لئے باعث رحمت ہے۔ کیونکہ اس تصور کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کے پیام کی آفاقیت ہمیشہ کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ " (شہید صدر از ڈاکٹر یاسین رضوی)۔

اسی طرح شہید صدر محمد ضیاء الحق نے 10، جولائی 1984ء کو وفاقی مجلس شوریٰ کے دسویں اجلاس منعقدہ اسلام آباد سے خطاب کرتے ہوئے (ذوالفقار علی بھٹو) کی سابقہ حکومت کی قادیانیوں کے ضمن میں بین بے عملی کا اظہار ان درج ذیل الفاظ میں کیا جو دراصل مفتی محمد حسین نعیمی کے محولہ بالا بیان کی تائید اور توثیق کرتا ہے کہ

" نظام اسلام ہی کے سلسلہ میں پچھلے دنوں ایک اور قدم اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ ہے خلاف قادیانی آرڈیننس کا نفاذ۔ اگرچہ قادیانیوں اور احمدیوں کو موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا تھا لیکن اس فیصلے کو عملی شکل دینے کے لئے کوئی قانون نہیں بنایا گیا دوسرے کئی کاموں کی طرح اس قانون کی تیاری کی سعادت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت کے حصے میں آئی۔ مجھے خوشی ہے کہ ختم نبوت کے سلسلے میں یہ خدمت بھی ہمارے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔ اس قانون کے اندرون اور بیرون ملک بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے ایک فتنہ جو ایک عرصے سے ہماری صفوں میں انتشار پیدا کر رہا تھا، اس کا قلع قمع ہو چکا ہے۔ " (شہید صدر از ڈاکٹر یاسین رضوی)۔

یہ اور اس قسم کے کئی دیگر وہ عملی اقدامات تھے جن کی وجہ سے مرزا طاہر احمد نے اعلانیہ اور خفیہ طور پر صدر محمد ضیاء الحق اور پاکستان کے خلاف تخریبی کارروائیاں جاری رکھیں اور اپنی خلاف وطن اور خلاف اسلام سرگرمیوں سے پردہ اٹھنے پر، اور اس خوف سے کہ پاکستانی مسلمان اور حکومت پاکستان انہیں ان سرگرمیوں کی پاداش میں ہرگز معاف نہیں کرے گی "انہوں نے اپنے دیرینہ اور قدیم مربیوں کے گھر میں

پناہ لی۔ یعنی وہ 1984ء میں خفیہ طریقے سے لندن فرار ہو گئے۔ لندن پہنچنے کے تیسرے دن ہی مرزا طاہر احمد صاحب بائیس (22) روز کے لئے اسرائیل یاترا تشریف لے گئے اور وہاں تل ابیب میں تحریک قادیان کا ایک دفتر قائم کیا اور بعد ازاں لندن سے 64 کلومیٹر جنوب کی جانب "ربوہ" کی طرز پر اور پاکستان کے دارالحکومت کی تقلید میں "اسلام آباد" نامی بستی بسائی، جہاں بالواسطہ اور بلاواسطہ اسرائیل اور دیگر ممالک سے وسیع پیمانے پر یہودیوں اور اپنے مرزائی پیروکاروں کو نہ صرف درآمد کیا بلکہ آباد بھی کیا اور اس طرح امت مسلمہ محمدیہ کے سینے میں قائم کردہ یہ "برطانوی و یہودی خنجر کاری" جہاں سے پہلی تھی شہید صدر کے دور سعادت مآب میں وہیں جا پہنچی

فی الحقیقت محمد ضیاء الحق کے ان عملی اقدامات کی وجہ سے مرزا طاہر احمد نے اپنے حلقہ تبشیری وسعتوں کو محدود ہوتے دیکھ کر ضیاء الحق اور پاکستان کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا۔ انہیں ضیاء الحق سے اس لئے کد ہے کہ "یہ ضیاء الحق ہے نہ کہ ذوالفقار علی بھٹو جس نے ان کے مسلمان کہلانے کے حق کو غصب کیا، جس کے باعث وہ (قادیانی) پاکستان میں مسلمان نہیں کہلا سکتے اور اس طرح عملی طور پر ایک غیر مسلم اقلیت بن کر رہ گئے۔ " نیز یہ بھی ضیاء الحق کا 5، جولائی 1977ء کا ایکشن فیئر پلے (Action Fair Play) تھا جس نے تحریک نظام مصطفی کے ہزاروں شہداء کے خون کی صدا پر لبیک کہا اور ذوالفقار علی بھٹو کی مادر پدر آزاد سوشلسٹ حکومت کا خاتمہ کیا۔ نیز پاکستان کو خالص اسلامی اور نظریاتی مملکت بنانے کے لئے سرکاری طور پر وسیع اقدامات کئے جن کی نظیر تاریخ عالم اسلام میں بہت کم ملتی ہے۔ اور یہی وہ اسلامی اقدامات تھے جنہوں نے بقول جناب مرزا طاہر احمد "بھٹو کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ قادیانیوں کے خلاف باہر مجبوری کئے گئے اپنے قولی اور زبانی فیصلے کی تلافی کر سکے۔ " مرزا طاہر احمد کے بیان بالا کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ "وہ (بھٹو) دل سے ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ گرد بیٹھنے کے بعد وہ فیصلہ ان کے حق ہی میں کرے گا۔ مگر جولائی 1977ء میں ضیاء الحق نے آکر ہماری ساری امیدیں خاک میں ملا دیں۔ " نیز مرزا طاہر احمد صاحب کا یہ بیان کہ "ہم یہ چیزیں کیسے فراموش کر سکتے ہیں؟ ہم بدلے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے۔ " اہل پاکستان کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے جو ہر محب وطن پاکستانی کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس نے اسلام اور پاکستان کو ان قادیانیوں کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کچھ کیا ہے؟ کیا اہل پاکستان نے مرزائے قادیان کے اس ذاتی اور گروہی انتقام سے بچنے کے لئے کسی بیداری اور تیاری کا ثبوت دیا ہے؟ مرزا طاہر احمد کا یہ بیان اہل پاکستان کو ہر دم بیدار اور مستعد رہنے کا پیغام دیتا ہے اور اس معاملے میں ایک لمحہ کی غفلت بھی پاکستان اور اہل پاکستان کو انتقام کی بھینٹ چڑھا سکتی ہے ذرا اس غفلت کا نتیجہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔؟

یک دم از نگاہ غافل ماندہ ام!
صد گروہ در کار ژنگار آمدہ!

باب ہفدہم

بے بنیاد الزام تراشی اور بے جا مدح سرائی

گزشتہ صفحات میں سید یوسف عرفان کا مضمون "مرزا طاہر احمد کے ارشادات بھٹو اور ضیاء الحق کے بارے میں" شامل کتاب کرنے کا مدعا فقط یہ تھا کہ قارئین کرام کسی تبصرے سے قبل اصل متن خود پڑھ لیں۔ اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے ذوالفقار علی بھٹو پر بے بنیاد الزامات لگانے اور جنرل محمد ضیاء الحق کی بیجا مدح سرائی کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ ان کے مضمون کی بنیاد ہفت روزہ "زندگی" لاہور کے 8-14 جون 1990ء کے شمارے میں طبع ہونے والا تنویر قیصر شاہد کا مضمون "برطانیہ میں مرزا طاہر احمد کا نیا اسلام آباد" ہے۔ تنویر قیصر نے وال سٹریٹ جرنل (Wall Street Journal) میں طبع ہونے والے مرزا طاہر احمد کے انٹرویو کا حوالہ دیا ہے۔ سید یوسف عرفان صاحب تو اس سے بھی بے خبر ہیں کہ "وال سٹریٹ جرنل" جریدہ ہے یا روزنامہ۔ راقم الحروف نے مذکورہ اخبار بہت تلاش کیا ہے۔ لاہور کی کسی لائبریری میں یہ نہیں آیا میرے ایک دوست جاوید اکرم نے بتایا کہ ایک زمانے میں یہ امریکن سنٹرل لائبریری میں آتا تھا۔ مگر امریکن سنٹر سے بھی یہ اخبار نہ مل سکا۔ انٹرویو کے اصل متن کے بغیر اس کے الفاظ پر تبصرہ بے سود ہے۔ ویسے آپ غیر ملکی اخبارات کے حوالے سے جو مرضی لکھ دیں۔ ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث ان کی تصدیق و تکذیب کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔ تاہم سید عرفان یوسف نے بھٹو مرحوم پر جو الزامات لگائے ہیں ان میں ذرا بھی حقیقت نہیں۔ آیئے ان الزامات کا باری باری جائزہ لیتے ہیں۔

مضمون نگار کا پہلا الزام یہ ہے "تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے جبر 1974ء میں قادیانیوں کو "عوامی دباؤ" کے تحت غیر مسلم قرار دیا"۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہی کافی ہے کہ اگر قادیانیوں کو "عوامی دباؤ" کے تحت بھٹو نے غیر مسلم قرار دیا تو یہ کام پہلے کوئی حکمران کیوں نہ کر سکا۔ 1974ء سے قبل 1953ء میں تحریک ختم نبوت چلائی گئی تھی۔ 28 فروری 1953ء کو یہ تحریک اس قدر زور پکڑ گئی کہ 130 افراد گرفتار ہوئے۔ قادیانیوں کے خلاف جلوس پر لاٹھی چارج سے کئی افراد مجروح ہوئے۔ 4 مارچ 1953ء کو قادیانیوں کے خلاف ہنگاموں میں حصہ لینے والے افراد نے فردوس شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو گولی مار دی۔ مشتعل ہجوم پر پولیس فائرنگ سے ایک شخص ہلاک اور ایک مجروح ہوا۔ لاہور اور سیالکوٹ میں تحریک چلانے پر کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ 5 مارچ کو مشتعل ہجوم نے لاہور میں 18 منی بسوں ایک پولیس ٹرک اور دو دکانوں کو آگ لگا دی۔ پولیس نے ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے گولی چلا دی جس سے متعدد افراد ہلاک ہوئے۔ 6 مارچ کو پولیس ناکام ہو گئی اور لاہور کو مکمل طور پر فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ میجر جنرل اعظم خان کو مارشل لاء کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ تین علماء مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا خلیل احمد قادری اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو سزائے موت سنائی گئی۔ اس سے بڑھ کر "عوامی دباؤ" کیا ہو سکتا تھا مگر کسی نے بھٹو مرحوم جیسا قدم نہ اٹھایا۔ میں مولانا خلیل احمد قادری سے ملا اور ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ 1974ء کی تحریک 1953ء کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا کریڈٹ بھٹو کو جاتا ہے۔

سید یوسف عرفان صاحب جنرل ضیاء الحق کے ہاتھوں بھٹو کے تختہ دار تک پہنچنے کے واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "ضیاء الحق نے جولائی 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو نہ صرف اقتدار سے ہٹایا بلکہ اسی ضیاء الحق کے دور میں پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان قصوری کی جان لینے کے جرم میں پھانسی کی سزا دی اور اس عدالتی سزا پر عمل درآمد ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ اگر بادی النظر سے ان حقائق کو دیکھا جائے تو مرزا طاہر احمد کو صدر ضیاء الحق کا احسان مند ہونا چاہئے تھا کہ اس نے قادیانیوں کو نقصان پہنچانے والے شخص کو سزا دی مگر یہاں حالات بالکل برعکس تصویر پیش کرتے ہیں"۔ قادیانی نہ صرف ضیاء الحق کے احسان مند ہوئے تھے بلکہ بھٹو کو تختہ دار تک پہنچانے میں انہوں نے جنرل صاحب کا مکمل ساتھ دیا تھا۔ مسعود محمود قادیانی نے ضیاء الحق سے ساز باز کر کے بھٹو کو پھانسی کی سزا دلوانے میں اہم کردار ادا کیا جس کا ذکر آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ دوسرا بھٹو کی سزائے موت پر قادیانیوں نے شادیانے بجائے تھے۔ ظفر اللہ خان قادیانی (پہلے وزیر خارجہ) نے بھٹو کی پھانسی کو اپنے مسلمہ کذاب کی ایک پیشن گوئی کے طور پر پیش کیا اور کہا کہ ہمارے مرزا دجال نے یہ کہا تھا کہ باون سال کی عمر میں ایک کتا مرے گا۔ یہ زبان ہے جو بیچارے بھٹو کے لئے قادیانی استعمال کرتے ہیں اور ادھر ہم مسلمانوں نے بھی مرحوم کے اس عظیم کارنامے پر پردے ڈالنے کے

لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کر رکھا ہے۔

مضمون نگار نے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ لوگوں کا حافظہ بڑا کمزور ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ بلا سوچے سمجھے "زندگی" اور "تکبیر" کی ہر بات پر یقین کر لینا فقط ایک مخصوص گروہ کا کام ہے۔ اپنے قارئین کی برین واشنگ کرتے ہوئے سید یوسف عرفان صاحب لکھتے ہیں "قادیانیوں نے بھٹو کے ہاتھوں نقصان اٹھانے کے باوجود 1977ء کے عام انتخابات میں بھٹو کی کامیابی کے لئے دامے درمے سخنے بھرپور مدد بہم پہنچائی جبکہ ابھی تو 1974ء کا زخم ہرا تھا۔ اسی طرح 1988ء کے انتخابات میں قادیانیوں نے دوبارہ پیپلز پارٹی کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ پہلے سے زیادہ بھرپور مدد بہم پہنچائی"۔ یہ کذب بیانی کے سوا کچھ نہیں۔ 1974ء سے لے کر اب تک قادیانیوں نے کسی انتخاب میں حصہ نہیں لیا۔ قادیانی جماعت کے رہنماؤں نے 1977ء، 1988ء اور 1990ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا تھا۔ 1988ء کی اسمبلی میں ایک قادیانی ایم پی اے بلا مقابلہ منتخب ہوا تھا جسے قادیانی اپنی جماعت کا رکن تسلیم نہیں کرتے۔ جب آئی جے آئی نے محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی تھی تو اس واحد قادیانی ممبر نے جنرل ضیاء الحق کی "روحانی اولاد" کو ووٹ دیا تھا۔

مضمون نگار بھٹو پر ایک اور الزام لگاتے ہوئے رقمطراز ہیں "ہو سکتا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے مرزا و قادیان کو یقین دہانی کرائی ہو کہ وہ 1977ء کے انتخاب کی کامیابی کے بعد پاکستان کے آئین کو سیکولر کر دیں گے جس کے باعث قادیانی خود بخود مسلمان کہلانے لگیں گے"۔ یہ الزام تو معروف ہے ایک ظن ہے جس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں قرآنی حکم کا حوالہ دینا ہی کافی ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ ایسے ہی فروری کے پہلے عشرے میں امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء کے خلاف قادیانیوں کی اپیلوں کی سماعت کے دوران بیرسٹر ارشاد افضل خان نے کہا کہ جنرل ضیاء الحق کے تمام مشیر قادیانی تھے۔ انہوں نے جنرل ضیاء کی اہلیہ پر بھی شک کا اظہار کیا۔ جب جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم حادثے میں جاں بحق ہوئے تو ایک دن ایک شام کے اخبار (جو 99 فیصد جھوٹی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں) نے یہ سرخی لگائی "جنرل ضیاء الحق قادیانی تھا" ایسی باتیں سراسر بہتان ہیں۔ جنرل ضیاء الحق یا اس کے اہل خانہ کا قادیانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا بھٹو کے بارے میں "بدگمانی" اپنے نامہ اعمال میں گناہوں کے اضافے کے سوا کچھ نہ ہوگی۔

اس مضمون میں سید عرفان یوسف نے جنرل ضیاء الحق کی بہت تعریف کی ہے اور مسئلہ قادیانیت حل کرنے کا سہرا ضیاء الحق کے سر باندھنے کی سعی کی ہے جو سراسر غلط ہے۔ یہ بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بھٹو قادیانیوں کو دوبارہ پہلے مقام پر لانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب 1974ء میں تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو بھٹو مرحوم سے لاہور میں علماء کے ایک وفد نے ملاقات کی ان میں سید محمود احمد رضوی بھی شامل تھے علماء کرام نے بھٹو پر زور دیا کہ وہ اسی وقت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا اعلان کر دیں مگر

بھٹو نے ایسا نہ کیا۔ اگر بھٹو کے دل میں قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ ہوتا تو وہ خود ہی انہیں غیر مسلم قرار دے دیتا۔ چند دن بعد اپنے اعلان کے خلاف اسمبلی سے بل پاس کروالیتا۔ مگر بھٹو نے ایسا نہیں کیا۔ وہ اس مسئلے کو اس طرح حل کر گیا ہے کہ اب کوئی حکمران بھی انہیں "غیر مسلموں" کے زمرے سے نکال نہیں سکتا۔ بھٹو مرحوم کا یہ کارنامہ اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا اور جب بھی کوئی مؤرخ غیر جانبداری سے پاکستان میں قادیانی مسئلے کے حل پر قلم اٹھائے گا تو ذوالفقار علی بھٹو کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔